www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اس کتاب میں آیات ندئی کو اکٹھا کرکے ان کی تفسیر لکھی ہے۔

○ ۶۔ علم الدعاء من القرآن (اردو) صفحات ۱۷۰ سن اشاعت ۱۳۳۳ھ

اس کتاب آیات دعائیہ کو جمع کیا گیا ہے اور ہر آیت کی تفسیر لکھی ہے۔

○ ۷۔ علم الاستفہام من القرآن (اردو) صفحات ۲۴ سن اشاعت ۱۲۹۷ھ

اس کتاب آیات استفہام کو یکجا کرکے ان کی تفسیر لکھی ہے۔

○ ۸۔ علوم وجوہ المخاطبات من القرآن (اردو) صفحات ۵۲ سن اشاعت ۱۳۳۶ھ

اس کتاب میں اصول مخاطبات کی آیات کی تفسیر کی گئی ہے۔

مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی (م ۱۳۶۸ھ) نے "جمع القرآن والحدیث" کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ جو ۶۴ صفحات پر محیط ہے اور ثنائی برقی پریس امرتسر سے ۱۳۴۴ھ میں شائع ہوا۔ اسی رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب عہد نبوی ہی کی ترتیب ہے۔ اسی طرح احادیث نبویہ کی کتابت کا آغاز بھی زمانہ رسالت میں ہو چکا تھا۔

مولانا محی الدین احمد قصوری بی۔اے (م ۱۹۷۵ء) نے تفسیر سورۂ فاتحہ (المنار) از علامہ رشید رضا مصری (م ۱۳۵۱ھ) کا اردو میں ترجمہ کیا اور اس کے ساتھ امام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) کی تفسیر سورۂ نور کا بھی اردو میں ترجمہ کیا۔

مولانا محمد علی قصوری ایم۔اے (م ۱۹۵۶ء) نے بھی قرآن مجید کی بعض سورتوں کی تفسیر لکھی جو چھپ چکی ہیں۔ اور میری نظر سے گزری ہیں۔ غالباً ۱۹۸۹ء میں مولانا محمد علی کے صاحبزادہ مقیم حال کراچی نے ایک مجموعہ تفسیر شائع کیا ہے جو میرے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔

مولانا محمد یوسف جے راج پوری (م ۱۳۵۰ھ) نے بھی سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھی۔ کتاب کا نام "تفسیر فاتحہ الکتاب" ہے اور مطبوع ہے۔

مولانا عبدالرحیم پشاوری مرحوم و مغفور نے تفسیر سورۂ نور از امام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) کا ترجمہ کیا نیز تفسیر آیت کریمہ از امام ابن تیمیہ اور تفسیر معوذتین از امام ابن القیم (م ۷۵۱ھ) کے اردو میں ترجمے کئے اور یہ ترجمے پہلی بار ۱۹۴۱ء میں مکتبہ علمیہ حیدر آباد دکن نے شائع کئے۔ مولانا عبدالرحیم نے پارہ ۳۰ کی بھی مکمل تفسیر لکھی ہے جو ۱۳۴۳ھ میں مکتبہ علمیہ حیدر آباد دکن نے شائع کی۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (م ۱۹۸۷ء) جماعت اہلحدیث کے ممتاز عالم دین اور محقق تھے۔ تمام علوم اسلامیہ پر ان کی نظر وسیع تھی۔ حدیث اور اسماء الرجال پر ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ ان کے علمی تبحر کا اندازہ ان کی کتاب شرح سنن نسائی اور حواشی از امام احمد بن حنبل، امام ابو حنیفہ اور امام ابن

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تیمیہ سے ہوتا ہے۔

تفسیر قرآن اور متعلقات تفسیر قرآن یعنی اصول تفسیر پر مولانا عطاء اللہ حنیف نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م۱۱۷۶ھ) کی مشہور تصنیف الفوز الکبیر کا بزبان عربی حاشیہ لکھا ہے اور اس کے علاوہ امام ابن تیمیہ کے رسالہ اصول تفسیر جس کا ترجمہ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے کیا تھا، کے حواشی مولانا عطاء اللہ مرحوم نے لکھے ہیں۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کا تفسیر قرآن کے سلسلہ میں تیسرا بڑا علمی کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے تفسیر احسن التفاسیر از مولانا احمد حسن دہلوی (م۱۳۳۸ھ) میں درج احادیث کی تخریج ن ہے جبکہ تفسیر کی تہذیب وتنقیح حافظ عبدالرحمٰن گولڑوی نے کی ہے۔

لغات القرآن کے نام سے ایک کتاب مولانا سعید الدین احمد بنارسی (م۱۲۹۳ھ) نے لکھی۔

مولانا محمد داؤد راغب رحمانی (م۱۹۷۷ء) نے تفسیر ابن کثیر کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ جو تاحال طبع نہیں ہوا۔

۱۔ النحل:۴۴ ــــ ۲۔ آل عمران:۱۶۴ ــــ ۳۔ البرہان: ج۱، ص ۱۳ ــــ ۴۔ تفسیر روح المعانی:ج۱ ص ۴ ــــ ۵۔ علوم القرآن: ص ۲۲۶ ــــ ۶۔النساء:۶۹ ــــ ۷۔ الاتقان فی علوم القرآن:ج۲ ص۱۷۵ ــــ ۸۔ النحل:۴۴ ــــ ۹۔ تفسیر احسن التفاسیر:ج۱ ص۳۲ ــــ ۱۰۔معارف القرآن:ج۱ص۵۱ ــــ ۱۱۔ الاتقان فی علوم القرآن ــــ ۱۲۔ اکسیر فی اصول التفسیر ــــ ۱۳۔ تفسیر حقانی:ج۱ مقدمہ ــــ ۱۴۔ تراجم علمائے حدیث ہند:ج۱ ص۳۶ ــــ ۱۵۔ ترجمان القرآن:ج۱۴ تفسیر سورۃ تحریم ص:۳۶۹۔ مطبوعہ بھوپال ــــ ۱۶۔ تکملہ تفسیر سورۃ تحریم: ج۱۴ ــــ ۱۷۔ جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات:ص۸ ــــ ۱۸۔ ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات:۱۵۸ ــــ ۱۹۔ تراجم حدیث ہند:ص۳۶ ــــ ۲۰۔ الحیاۃ بعد المماۃ :ص ۶۶۴ ــــ ۲۱۔ تراجم علمائے حدیث ہند: ج۱ ص۱۶۸ ــــ ۲۲۔ معارف اعظم گڑھ: مئی ۱۹۴۸ء بحولہ ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات:ص ۲۴ ــــ ۲۳۔ معارف اعظم گڑھ: ج ۲۳ نمبر ۴ ص۳۱۔ بحوالہ ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات: ص ۲۴ ــــ ۲۴۔ ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات: ص۲۵ ــــ ۲۵۔ حیات وحید الزمان: ص ۸۳ ــــ ۲۶۔ مولانا ابوالکلام آزاد از افضل حق قریشی ــــ ۲۷۔ ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات: ص۲۵ ــــ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مولانا محمد عبدہ الفلاح　　　تذکرۃ المشاہیر

شیخ الکلّ سید نذیر حسین دہلویؒ

۱۲۲۰ھ ــــ ۱۳۲۰ھ　　　۱۸۰۵ء ــــ ۱۹۰۲ء

خاندان کا تعارف

اندرونِ ہند صوبہ بہار کو قلب کی حیثیت حاصل رہی ہے اور اس سرزمین نے بڑے بڑے صوفیاء، شعراءِ عظام اور کبار محدثین اور فقہاءِ اعلام کو جنم دیا ہے جنھوں نے صرف درونِ ملک ہی نہیں بیرونِ ہند میں بھی ناموری حاصل کی ہے۔ علمائے صادقپور کا تعلق بھی اسی صوبہ سے ہے۔ جو تحریکِ مجاہدین کے حاملین سے تھے اور سید نذیر حسین دہلوی کا تعلق بھی اِسی خطہ سے ہے جو اس مقالہ میں ہمارے موضوعِ سخن ہیں۔

سلسلۂ نسب

سید صاحب کے جدّ اعلیٰ سید احمد شاہ جاجنیری؛ قطبُ الدین ایبک (۶۰۲ تا ۶۰۷) کے زمانہ میں سلطنت میں واردِ ہند ہوئے اور "شاہجہان آباد" میں سکونت پذیر ہوگئے۔ اسی دور میں صوبہ بہار کے راجہ اندرہ دون (والیِ اور ماین) نامی نے مسلمانوں کو گاؤ کشی سے حکماً روک دیا اور خلاف ورزی پر بعض مسلمانوں کو شہید بھی کردیا تو قطبُ الدین ایبک نے اس کے خلاف فوج کشی کا حکم دے دیا اور مولانا نورالدین کی زیرِ قیادت ساٹھ ہزار کا لشکرِ جرار روانہ کیا۔ اس لشکر کے ایک سریّہ کے سپہ سالار یہی سید احمد شاہ جاجنیری تھے جنھوں نے فتح یابی کے بعد موضع ایکساری (صوبہ بہار) میں سکونت اختیار کرلی۔ اسی جرنیل کی نسل سے سید جواد علی کے اجداد تھے جو موضع بلتھوا میں رہنے لگے جو سورج گڑھ (پرگنہ) سے پانچ چھ میل کی مسافت پر واقع ہے (الحیاۃ بعد المماۃ)

اس خاندان کے افراد علم و فضل میں ممتاز چلے آتے ہیں اور سید بایزید سے لے کر عہدہ قضاء پر فائزالمرام رہے ہیں چنانچہ قاضی سید عبدالنبی کی سند قضاۃ پر عالمگیر کی دستخطی (۱۰۰۹ھ) اور قاضی محمد سالم کی سند پر شاہ عالم شاہ کی مہر (۱۱۷۵ھ) ثبت ہے۔ [1]

حضرت میاں صاحب کے جداعلیٰ سید احمد جاجنیری کے متعلق صاحبُ "الحیاۃ والمماۃ" لکھتے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہیں کہ ان کا مزار موضع ندیانواں میں ہے لیکن راقم الحروف نے جونپور کے قبرستان کی ایک تصویر دیکھی ہے جس میں ایک قبر پر ایک تختی لگی ہوئی ہے جس پر "سید احمد جاجنیری" لکھا ہوا ہے اور یہ قبرستان قدیم اولیاء کے قبرستان کے نام سے مشہور ہے۔ اختر اورینوی لکھتے ہیں:(۲)

"سید احمد جاجنیری (ضلع مونگیر) کا شمار بہار کے بزرگ صوفیاء اور قدیم مشائخ میں ہوتا ہے"

تاہم مناقب الاصفیاء میں جاجنیری کے حالات کی پڑتال کرنے سے اصل حقیقت سامنے آسکتی ہے کہ جاجنیر بغداد میں کسی محلہ کا نام ہے یا کسی قصبہ کا۔ بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ جاجنیر ترمذ میں ایک قصبہ کا نام ہے۔ مزید تفصیل کی گنجائش نہیں۔

ضلع مونگیر (بہار) میں ایک بڑا قصبہ سورج گڑھ برلبِ گنگ ہے جو کسی زمانہ میں پرگنہ سورج کے نام سے مشہور تھا، یہ قصبہ مونگیر سے تقریباً بیس میل پچھم اور بلدۂ عظیم آباد (پٹنہ) سے ۸۰ میل پورب کی جانب ہے۔ سادات بنی فاطمہ کی سکونت مدتِ مدید سے یہاں چلی آتی ہے اور یہی حضرت میاں صاحب کا وطن ہے۔(۳)

ولادت و نشأۃ

صحیح ترین روایت کے مطابق حضرت میاں صاحب کا سنہِ ولادت (۱۲۲۰ھ) ہی ہے ان کی عمر کا ابتدائی حصہ گھوڑ سواری، شناوری اور مختلف بدنی ریاضتوں میں گزرا جس سے موصوف کی صحت تو ہمیشہ کے لئے اچھی ہوگئی لیکن تعلیم کا معاملہ کچھ متاخر ہوگیا اور تقریباً پندرہ سال کی عمر میں تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابتدائی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور پھر مزید علمی پیاس بجھانے کے لئے اپنے ایک ساتھی بشیرالدین عرف امداد علی کے ساتھ پٹنہ چلے آئے جو اس دور میں مدینۃ العلم تھا اور محلہ نمولیہ میں درگاہ "شاہ محمد حسین" میں ٹھہر گئے جو پٹنہ سے کچھ مسافت پر ہے اور تقریباً چھ ماہ مقیم رہ کر صرف و نحو، ترجمہ قرآن اور مشکوۃ المصابیح وغیرہ کی تکمیل کی۔ یہ واقعہ ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۱ء کا ہے۔

شاہ محمد حسین حضرت الامام سید احمد شہید کے عظیم آباد میں خلیفہ اول بنے اور ۱۲۳۸ھ کو حج سے مراجعت کے بعد جب سید احمد شہید، پٹنہ وارد ہوئے تو ان کی بیعت کرکے خلیفہ مقرر ہوئے۔ پٹنہ میں اس موقعہ پر ہی حضرت میاں صاحب نے شہیدین کی زیارت کی اور شاہ اسماعیل شہید کی تقریر بھی سنی اور ان کی زیارت اور وعظ سے ہی دھلی پہنچ کر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی سے تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا۔(۴) مولانا فضل حسین بہاری لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"اسی دوران سید احمد شہید بریلوی اور مولانا شاہ اسماعیل شہید کا قافلہ عظیم آباد پٹنہ وارد ہوا۔ حضرت میاں صاحب بھی ان کی زیارت اور وعظ و ارشاد سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور ان کی زیارت و محبت اور وعظ و ارشاد آخر کار انہیں دہلی کی طرف کھینچنے لگا۔ اس وقت شاہ عبدالعزیز بھی بقیدِ حیات تھے جن سے استفادہ کے شوق نے اور بھی بے قرار کردیا"۔ مگر اس کے برعکس مولانا عبدالرحیم صادق پوری مولانا ولایت علی کے حالات کے ضمن میں لکھتے ہیں:

اس دور سفر میں جب آپ (مولانا ولایت علی) سورج گڑھ میں فروکش ہوئے تو مولانا نذیر حسین دہلوی آپ کے پند و نصائح سے متاثر ہوکر عاشقِ حصولِ علم دین ہوئے اور جناب شاہ محمد حسین صاحب نذروھبہ کی خدمت میں کافیہ، مشکاۃ اور ترجمہ قرآن پڑھنے کے بعد الہ آباد سے ہوتے ہوئے مولانا شاہ محمد اسحٰق کی خدمت میں دہلی جا پہنچے (۵)

اس بیان میں جس حد تک مولانا شاہ محمد حسین سے پڑھنے کا تعلق ہے وہ تو صحیح ہے مگر "سورج گڑھ میں مولانا ولایت علی کے پندو نصائح سے متاثر ہو کر عاشقِ حصولِ علم دین ہوئے" کسی طور پر بھی درست نہیں ہے کیونکہ مولانا ولایت علی کے سورج گڑھ میں ورود کا واقعہ امامُ الوقت سید احمد شہید کی شہادت یعنی ۱۲۴۳ھ سے بعد کا ہے اور حضرت میاں صاحب کا علمی سفر ۱۲۴۳ھ سے شروع ہو جاتا ہے اور پھر میاں صاحب کا اپنا بیان ہے کہ "جب سید صاحب کا قافلہ عظیم آباد پٹنہ میں وارد ہوا اور پولیس لین میں شاہ شہید نے وعظ فرمایا تھا تو اس وعظ میں بندہ بھی شریک تھا" (۶)

لہٰذا صحیح یہی ہے کہ پٹنہ میں سید احمد شہید اور مولانا شاہ شہید کی چند روزہ صحبت اور وعظ کی برکت سے میاں صاحب کو دہلی جانے کا خیال پیدا ہوا ہوگا اور اسی وقت سے ولی اللّٰہی درسگاہ کے ساتھ دل بستہ ہوگئے ہوں گے۔

سفرِ دہلی

پٹنہ میں چھ ماہ قیام کے بعد سید صاحب اپنے ہم سفر مولوی بشیر الدین عرف امداد علی سورج گڑھی کے ساتھ دہلی روانہ ہوگئے۔ اثنائے سفر میں غازی پور پہنچ کر کچھ عرصہ قیام کیا اور وہاں مولانا احمد علی چریاکوٹی (م ۱۲۷۲ھ) سے بعض کتابوں کا درس لیا جو اس دور کے مشاہیر میں سے تھے۔ فقہ، اصولِ فقہ اور علوم عربیہ میں ممتاز تھے اور حافظ غلام علی چریاکوٹی کے تلمیذ تھے اور انہوں نے مختلف اساتذہ سے تحصیل علم کیا تھا اور بالآخر شیخ ابواسحٰق بن ابوالغوث بھیروی کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے تھے۔ قَالَ اَقُوْلُ (منطق) الانوار الاحمدیہ، شرح سُلّم العلوم اور دیگر رسائل ان کی تصنیفات سے ہیں۔ ۱۲۷۲ھ کو فوت ہوئے۔ (۷) اور مولانا عنایت رسول (۱۳۲۱ھ) استاد مولانا شبلی بھی مولانا احمد علی چریاکوٹی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کے تلامذہ سے تھے۔

غازی پور سے رخصت ہو کر بنارس پہنچے اور وہاں سے الہ آباد کا رخ کیا اور "دائرہ اجمل شاہ" میں قیام کیا اور تقریباً سات آٹھ ماہ کے عرصہ میں صرف و نحو میں ہدایۃ النحو وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ اس وقت دائرہ اجمل شاہ میں جو حضرات تدریس کا فریضہ انجام دے رہے تھے ان میں مولانا روح الفیاض الہ آبادی تھے جو ۱۲۵۲ھ میں فوت ہوئے۔ دوسرے سید زین العابدین جو اعلیٰ درجہ کے مدرّس تھے اور مولانا غلام اعظم ابو المعالی کے تلمیذ ارشد تھے۔ تیسرے مفتی اسد اللہ الہ آبادی بن کریم قلی جونپوری تھے جو شیخ محمود بن حمزہ عثمانی کی نسل سے تھے اور ۱۳۰۰ھ میں فوت ہوئے۔

حضرت میاں صاحب نے ان مدرّسین سے استفادہ کیا اور بانی مدرسہ شیخ محمد اجمل (۸) محمد ناصر بن یحییٰ العباسی کے صاحبزادے تھے اور مفتی محمد ناصح (مفتی عساکر اسلامیہ) کے شاگرد تھے اور وہ شیخ ناصر بن یحییٰ (۱۰۶۴ھ) المعروف بہ فاخر زائر کے تلمیذ تھے اور سلوک و طریقت میں شیخ قطب الدین بن ناصر العباسی کے مرید تھے۔ (۸)

حضرت میاں صاحب اپنے ایک تلمیذ سید عبدالعزیز فرخ آبادی ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۳ء کے مکتوب کے جواب میں لکھتے ہیں:

> "لب جمن مسجدے است، بہ ایام طلب علم چندے بسر کردہ ام درآں جا مولوی زین العابدین (۹) صاحب مرحوم و مغفور محبتِ درس و تدریس گرم مے بود و از چند اصحاب دوائر ہم جلسہ و مذاکرہ بانتہاء کشیدہ بود......"

> "جمنا کے کنارے ایک مسجد ہے۔ زمانہ طالب علمی میں، میں نے چند روز وہاں بسر کیے۔ وہاں مولوی زین العابدین صاحب مرحوم و مغفور کی درس و تدریس کی محفلوں کا فیض اٹھایا اور ان محفلوں میں شامل بعض دوسرے اصحاب سے مجلسیں اور مذاکرے بھی رہے"

اس دور میں بھی حضرت میاں صاحب کو کتب بینی کا شوق تھا اور فارسی میں مہارتِ تامہ پیدا کرلی تھی۔ اردو شاعری میں بھی درکِ تامہ حاصل تھا اور ہزاروں اشعار ازبر تھے، غالباً اسی نسبت سے الہ آباد میں شیخ امام بخش ناسخ (۱۰) سے ملاقات رہی ہوگی۔

الہ آباد سے روانہ ہو کر کوڑا (ضلع فتح پور) پہنچے اور وہاں سے کان پور اور کان پور سے فرخ آباد چلے آئے۔ پھر دوبارہ کان پور وارد ہوئے اور موضع خواجہ پھول تحصیل بھوگنی قلعہ کے اندر آبادی میں خواجہ پھول کے مزار کے قریب والی مسجد میں قیام فرمایا اور بدستِ خاص دیوارِ مسجد پر تحریر فرمایا:

> "بندہ فقیر امروز وارد مسجد ہذا شد عبدہ سید نذیر حسین سورج گڑھی المرقوم فی التاریخ پنجم ماہ رجب المرجب ۱۲۳۸ھ بمطابق مارچ ۱۸۲۳ء"

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"یہ بندہ فقیر آج اس مسجد میں پہنچا۔ سید نذیر حسین سورج گڑھی۔ المرقوم ۵ رجب المرجب ۱۲۴۸ھ بمطابق مارچ ۱۸۴۳ء"

پھر یہاں سے روانہ ہوکر تکالیف برداشت کرتے ہوئے خوش ناخوش ۱۲۴۳ھ بمطابق ۳۰ جنوری ۱۸۳۸ء بروز بدھ دہلی پہنچ گئے۔ اس درمیانی عرصہ میں کہیں پڑھنا ثابت نہیں ہے اور یہ پانچ سال کا عرصہ سفر کا ہے جس کے متعلق کچھ معلوم نہیں کہ کہاں اور کیسے گذرا۔

دہلی پہنچ کر پندرہ روز تک اپنے ہم وطن مولوی محمد شجاع الدین مرحوم مفتی اول کے مکان پر قیام فرمایا۔ دہلی میں اس وقت حضرت شاہ اسحٰق کا فیضانِ علم و عمل جاری تھا مگر تاحال حضرت میاں صاحب ان کے حلقہ درس میں شامل ہونے کی اہلیت نہ رکھتے تھے۔ اس لئے مفتی صاحب کے مکان سے منتقل ہوکر مسجد اورنگ آبادی (کٹری پنجابیاں) میں چلے آئے اور مسجد کے متولی مولوی عبدالخالق (۱۲۱۱ھ) تلمیذ شاہ محمد اسحٰق سے پڑھنا شروع کردیا چنانچہ حضرت خود ہی ایک تحریر میں لکھتے ہیں:[11]

"منت مر خدائے راکہ ایں عاجز بے نوا، بہ توفیق حضرت خداوند عزو علا ۱۲۴۳ھ ۱۳ رجب المرجب در شاہ جہان آباد برمکان مولوی شجاع الدین مرحوم مفتی اول کہ بموطنے خود حاضر بود اقامت گزیں شدہ و بعدہ پانزدہ روز در کٹرہ پنجابیاں مسجد اورنگ آبادی بخدمت مولانا عبدالخالق حاضر بودہ طرح علومِ درسیہ، ندا ختم"

"اللہ کی توفیق سے یہ عاجزِ بے نوا ۱۳ رجب المرجب ۱۲۴۳ھ کو شاہ جہان آباد میں مولوی شجاع الدین مرحوم مفتی اول (کہ جو میرے ہم وطن تھے) کے مکان پر حاضر ہوا اور وہاں قیام کیا۔ پندرہ روز کے بعد کٹرہ پنجابیاں کی مسجد اورنگ آبادی میں مولانا عبدالخالق کی خدمت میں حاضری دی اور علومِ درسیہ کا آغاز کیا"

دھلی میں درسی مشاغل

چونکہ قبل ازیں عظیم آباد پٹنہ اور الہ آباد میں مشکاۃ شریف، ترجمہ قرآن اور ہدایۃ النحو تک کتابیں پڑھ چکے تھے۔ اس لئے مولانا عبدالخالق سے کافیہ کے ساتھ قطبی، مختصر المعانی، شرح وقایہ، نور الانوار اور حسامی پڑھنا شروع کردی۔ مولانا عبدالخالق کے علاوہ حضرت میاں صاحب نے جن مدرسین علماء سے استفادہ کیا اور علومِ رسمیہ حاصل کیے، ان میں اخوند شیر محمد (۱۲۵۷ھ)، مولانا جلال الدین الھروی، مولانا کرامت العلی مولف سیرتِ احمدیہ اور سید محمد بخش المعروف بہ تربیت خاں مہندس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ذیل میں تفصیل سے آپ کے اساتذہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) مولانا عبدالخالق

مولانا عبدالخالق الحجمد.. شاہ عبدالقادر بن ولی اللہ دہلوی کے تلمیذ ارشد تھے۔ سید عبدالحی الحسنی

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

لکھنوی لکھتے ہیں:

"لازمه مدة من الزمان ثم أسند الحديث عن الشيخ اسحق بن افضل العمري الدهلوي ودرس بدهلي مدة من الزمان توفي ١٢٦١ھ"

موصوف نے شاہ عبدالقادر بن ولی اللہ الدہلوی اور شاہ اسحٰق صاحب دہلوی سے طویل عرصہ دہلی میں علم حاصل کیا اور مسجد اورنگ آبادی (کٹرہ پنجابیاں) میں مقیم ہوگئے۔ ۱۲۶۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ موصوف اپنے وقت کے مشاہیر اور اہل اللہ میں شمار ہوتے۔ سرسید لکھتے ہیں:

"آپ کا شہرہ علم و فضل اوائل حاصل سے آج تک شاہ جہاں آباد میں ایسا بلند ہے کہ اس سے گوشِ فلک آشنا اور تقویٰ شعار ترویجِ ملت میں ساعی ہے اور اعلائے دین پر داعی، بہت سے شائقینِ تحصیل کمال کو ان کی خدمت میں فوائدِ علمی سے بہرہ حاصل ہوا" (۱۲)

مولانا عبدالخالق کے ایک صاحبزادے کا نام مولانا عبدالقادر تھا جو دہلی کے بہت باثر عالم تھے۔ شاہزادگانِ مغلیہ کی اکثر تقریبات میں آپ نے دینی خدمات سرانجام دیں۔ قلعہ معلّی میں آپ کی عزت تھی۔ آپ کی بڑی صاحبزادی سے مولانا نذیر احمد دہلوی کا نکاح ہوا گویا مولانا عبدالخالق صاحب مرحوم کے خاندان میں شروع ہی سے علماء فضلا پیدا ہوئے ہیں پھر داماد بھی ملے تو عالم فاضل، علامہ راشد الخیری شاہد احمد (ایڈیٹر ساقی) اسی گھرانے کے مہرِ تاباں ہیں۔

میاں صاحب نے ان سے فیضِ علم حاصل کیا اور تکمیل کے بعد حضرت میاں صاحب کی شادی بھی آپ ہی کی دخترِ نیک اختر سے ہوئی۔ مجلس نکاح پُر رونق و پُر شوکت تھی۔ حضرت شاہ اسحٰق صاحب بہ معیت برادرِ خورد شاہ محمد یعقوب بطور کفیل و مہتمم موجود تھے۔ نکاح کی رات نہایت بابرکت رہی تھی تمام رات شاہ محمد اسحٰق صاحب مسجد مذکور میں طلبہ کو ترجمہ اور سنن ابوداؤد پڑھاتے رہے، صبح کے وقت نکاح پڑھایا اور دعوتِ ولیمہ تناول کرنے کے بعد دولت کدہ پر تشریف لے گئے' چنانچہ حضرت میاں صاحب خود ہی اس تقریب سعید کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"و درسنہ ششم از اقامتِ دہلی (۱۲۴۸ھ) عقد مناکحت بستم و بشبِ عقد جناب فیض مآب برکت انتساب مولانا محمد اسحٰق و مولانا محمد یعقوب رحمہما اللہ تعالیٰ و دیگر طلبہ وغیرہ تمام شب باستماعِ قرآن مجید و ابوداؤد بیدار ماندند علی الصباح دعوتِ ولیمہ نوش فرمودند بہ جائے خود تشریف فرما شدند" (۱۳)

یہی بات مولانا احمد علی سہارنپوری نے اپنے ایک طویل مراسلہ میں تحریر فرمائی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اساتذہ کی نظر میں حضرت میاں صاحب کا کس قدر احترام تھا اور پھر مولانا مبرور کا

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مزید اہتمام سے شرکت کرنا اس مجلس کو اور بھی وقیع بنا دیتا ہے۔ مولانا احمد علی سہارنپوری لکھتے ہیں:

"آنانکہ درشادی کتخدائی مولوی صاحب ممدوح باصبیہ عفیفہ حضرت مولوی صاحب مخدومی مولوی عبدالخالق صاحب مرحوم و مغفور شریک بودند اظہر من الشمس است کہ حضرت مولانا مبرور (شاہ محمد اسحٰق) از نماز عشاء تا نماز صبح مع جماعتِ کثیرہ از علماء و اہل مدرسہ در مسجد قدیم پنجابی کٹرہ رونق افروز بودند و مجلسے عجیب بابرکت و میمنت ترتیب یافتہ کاتب حروف نیز در آن مجلس صاحر بود" (۱۳)

(۲) مولانا اخوند شیر محمد قندھاری (متوفی ۱۲۵۷ھ)

یہ بزرگ بھی مولانا شاہ عبدالقادر (۱۲۴۳ھ) کے تلامذہ سے تھے اور صحیح بخاری و تفسیر بیضاوی کے درس میں شاہ محمد اسماعیل شہید کے ہم سبق رہے۔ انہوں نے شاہ غلام علی (نقشبندی) کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوکر سلوک و طریقت کے منازل طے کیے۔ اس کے بعد مسند تدریس کو زینت بخش اور اپنے علم و عمل سے بہت سے علماء کی تربیت و تکمیل کی۔ مولانا موصوف نہایت ذہین و فطین اور عبادت گذار تھے۔ ۱۲۵۷ھ کو حرمین کی زیارت اور حج کے لئے تشریف لے گئے اور اثنائے راہ میں نقد حیات کو متقاضیانِ اجل کے سپرد کردیا۔ سرسید احمد خاں لکھتے ہیں: (۱۴)

"آپ بظاہر مشغول بتدریسِ علمِ عقلی و نقلی نظر آتے مگر باطن میں اللہ تعالٰی کی طرف متوجہ رہتے گویا آنِ واحد میں دو کام سرانجام دیتے جس سے فلسفہ و حکمت کا اصول باطل ہوتا ہے......"

مفتی سعد اللہ مراد آبادی رام پوری (۱۲۱۹ھ-۱۲۹۴ھ) آپ کے تلامذہ سے تھے۔ حضرت میاں صاحب نے اخوند صاحب سے اصولِ اکبری، شرح الکافیہ للجامی مع حاشیہ عبدالغفور، زواہدِ ثلاثہ، صدرا، الدر، شمسِ بازغہ وغیرہ کتابیں پڑھیں (۱۵)

(۳) حضرت مولانا جلال الدین الہروی

مولانا موصوف مشہور معقولی تھے۔ درسِ نظامی صوبہ پنجاب و پشاور میں پڑھ کر آئے تھے اور مولانا فضل امام خیر آبادی (۱۲۴۴ھ) سے کچھ حصہ الافق المبین بھی پڑھا تھا چنانچہ سید عبدالحی لکھنوی اپنی مایہ ناز کتاب نزھتہ الخواطر میں لکھتے ہیں: (۱۶)

"ثم دخل دھلی واخذ المنطق والحکمۃ عن الشیخ فضل امام الخیر آبادی و قرأ علیہ "الافق المبین" للسید باقر داماد"

"کہ دھلی پہنچ کر منطق و حکمت کی کچھ کتابیں فضل امام خیر آبادی سے اخذ کیں اور "الافق المبین" از سید باقر داماد کا کچھ حصہ بھی خیر آبادی پر قراءت کیا"

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حضرت میاں صاحب نے جلال الدین الھروی سے سلّم العلوم اور اس کی شروح حمد اللہ و قاضی مبارک اخذ کیں نیز شرح المطالع پڑھی۔ [17] مولانا جلال ھروی نے ۷۲ سال کی عمر پائی۔ اس موقع پر صاحبُ الحیاۃ والمماۃ لکھتے ہیں:

"اِن (یعنی جلال الدین ھروی) کے مقابل مولوی سعد اللہ کابلی تھے۔ جن سے مولانا محمد ابراہیم نگرنہسوی (المتوفی ۱۲۸۲ھ) شرح عقائد پڑھ کر رام پور چلے گئے" [18]

(۴) الشیخ العالم المحدث کرامتُ العلیؒ بن حیاتُ العلی اسرائیلی شافعی دہلوی

دہلی میں پیدا ہوئے، شاہ رفیع الدین دہلوی اور شیخ فضل امام بن محمد ارشد خیر آبادی سے علم اخذ کیا۔ حدیث کی بعض کتابیں شاہ شہید دہلوی (۱۲۴۳ھ) سے قراءت کیں اور حدیث کی سند شیخ اسحٰق بن محمد افضل سے حاصل کی۔ ایک مدت تک دہلی میں درس حدیث دیتے رہے۔ پھر حیدر آباد چلے گئے اور وہاں مستقل طور پر ملازمت اختیار کرلی۔

"السیرۃ الاحمدیہ" مولانا موصوف کی تالیفات سے ہے۔ ان کے والد حنبلی المسلک تھے مگر انہوں نے امام نووی" کی تحقیق سے متاثر ہو کر شافعی مذہب میں مہارت حاصل کرلی تھی۔ اور ۱۲۷۷ھ میں وفات پائی۔ حضرت میاں صاحب نے دہلی میں ان سے مطول، توضیح تلویح، مسلّم الثبوت، تفسیر بیضاوی الکشاف (سورۃ النساء) وغیرھا کتابیں پڑھیں" [19]

(۵) مولانا محمد بخش عُرف تربیت خاں

حضرت میاں صاحب نے ریاضی اور حساب کی کتابیں مولانا محمد بخش عرف تربیت خان سے اخذ کیں۔ خصوصاً شرح چغمینی، تشریح الافلاک اور خلاصۃُ الحساب وغیرہ کتابیں ان پر قراءت کیں جو اس وقت درس نظامی میں شامل تھیں۔

مولانا محمد بخش علمی خاندان کے چشم و چراغ اور شاہ رفیع الدین کے تلمیذ ارشد تھے۔ موصوف کو ریاضی و فلسفہ کی کتابوں پر کامل عبور حاصل تھا اور اس فن پر متقدمین کی کتابوں پر گہری نظر تھی۔ ہر مسئلہ پر علت کے متلاشی رہتے جس کی وجہ سے شاہ رفیع الدین نے آپ کا عرف "مُعَلِّل" رکھ دیا تھا۔ میاں صاحب کے زمانہ تک ۸۰ اَسّی سال کی عمر تھی اور ریلوے اسٹیشن دہلی کے قریب تشریف فرما تھے۔

ان کے ابوالجد (پردادا) حضرت مجدد الفِ ثانی کے اساتذہ سے تھے اور شاہزادہ سلیم (جہانگیر) کی تعلیم و تربیت پر مامور تھے۔ اس تقریب سے دربار اکبری سے "تربیت خان" کے خطاب سے پکارے جاتے تھے جو ان کے بعد ان کے خاندان کے ہر فرد کے نام کا جُزْ بن گیا۔ اسی مناسبت سے مولوی محمد

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بخش بھی تربیت خان کہلائے چنانچہ حضرت میاں صاحب اپنے ایک مکتوب میں ان کے درباری اعزاز کے بارے میں لکھتے ہیں:

"من دیدہ ام کہ ہر گاہ کہ درخانقاہ شاہ غلام علی (۴۰) مرحوم مے رفتند، شاہ ابو سعید صاحب (۴۱) والد ماجد شاہ احمد سعید (۴۲) و شاہ عبدالغنی (۴۳) تعظیم و توقیر استاوانہ مے کردند بسبب شاگردی..... از قوم سادات بودند......."

"میں نے دیکھا کہ وہ جب بھی خانقاہ شاہ غلام علی میں آتے، تو شاہ احمد سعید اور شاہ عبدالغنی کے والد ماجد شاہ ابوسعید صاحب، بطور شاگرد ان کی تعظیم بجا لاتے........ وہ قوم سادات میں سے تھے........"

ان کے علاوہ حضرت میاں صاحب نے ملا محمد سعید پشاوری اور مولانا عبدالقادر رام پوری (۴۴) سے استفادہ کیا اور حکیم نیاز احمد سہسوانی (عمِ محترم مولانا محمد بشیر) (۴۵) سے علمِ طب میں نفیسی اور ملاّ حسن سے شرح سلّم پڑھا۔

الحاصل حضرت میاں صاحب ۱۳ رجب المرجب ۱۲۴۳ھ کو دہلی وارد ہوئے اور اواخر ۱۲۴۶ھ تک یعنی ساڑھے تین سال کے عرصہ میں تمام علوم رسمیہ سے فارغ ہوکر فاتحہ فراغ کے بعد ہمہ تن تفسیر، حدیث و فقہ کی تحصیل میں مصروف ہوگئے۔ حضرت میاں صاحب خود ہی اپنے تعلیمی کوائف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"منت مر خدائے راکہ این عاجز بے نوا بہ توفیق حضرت خداوند جل و علا در ۱۲۴۳ھ در شاہجہان آباد اقامت گزیدہ و بخدمت مولانا عبدالخالق مرحوم حاضر بودہ طرح تحصیل علوم رسمیہ انداختم و بہ عرصہ سہ و نیم سال علوم رسمیہ را از ...... حاصل کردہ و فراغت نمودہ بقصد تحصیل علم حدیث و فقہ بہمہ تن متوجہ شدم"

"اللہ کا احسان ہے کہ یہ عاجز بے نوا توفیق الٰہی سے ۱۲۴۳ھ میں شاہجہاں آباد میں قیام پذیر ہوا اور مولانا عبدالخالق مرحوم کی خدمت میں حاضر رہ کر علومِ رسمیہ کی تحصیل کی........ ساڑھے تین سال میں علومِ رسمیہ حاصل کرنے کے بعد علم حدیث و فقہ کی تحصیل میں ہمہ تن مشغول ہوگیا"

الصدرُالحمید شاہ محمد اسحٰق کے حلقہ درس میں

مذکورۃ الصدر اساتذہ سے تحصیل و فراغت کے بعد اب آخری مرحلہ پر علم حدیث و فقہ کی تکمیل کا مرحلہ باقی رہ گیا تھا جس کی طرف حضرت میاں صاحب نے اپنے الفاظ —— بقصد تحصیلِ علمِ حدیث وفقہ بہمہ تن متوجہ شدم —— میں اشارہ فرمایا ہے، اس مقصد کے لئے شاہ محمد اسحٰق مہاجرمدنی

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کی خدمت و ملازمت کے لئے کمربستہ ہوگئے چنانچہ حضرت میاں صاحب اپنے تعلیمی کوائف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"و درہماں سال (ای سال کتخدائی) در صحیح بخاری بوقت صبح از جناب مولانا محمد اسحٰق صاحب مرحوم شریک شدم"

"یعنی شادی کے بعد اسی سال جناب مولانا محمد اسحٰق صاحب مرحوم دہلوی کے صبح کے درس بخاری میں شریک ہوگیا"

شاہ صاحب کے حلقہ درس میں درس صحیح بخاری کی مجلس دن میں دو مرتبہ منعقد ہوتی یعنی بعد نماز فجر و بعد نماز ظہر۔ حضرت میاں صاحب صبح کے درس میں شرکت کرتے اور بعد از ظہر کی مجلس میں شریک نہ ہوتے اس بنا پر "بوقتِ صبح شریک شدم" کی تصریح فرمادی ہے۔

حضرت میاں صاحب کے ہم سبق

صحیح بخاری کے اس درس میں شریک ہونے والوں میں مولوی عبداللہ سندھی، مولوی گل محمد کابلی، مولوی نور علی، حافظ محمد فاضل سورتی اور حافظ الحاج محمد مرحوم خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن کا تذکرہ حضرت میاں صاحب نے اپنی تقریر میں بھی فرمایا ہے۔

حضرت میاں صاحب نے ادھر صحیح بخاری کی قراءت مولانا عبدالخالق صاحب پر شروع کردی جس میں ان کے رفیق درس مولوی رحمت اللہ بیگ ہوتے اور دوسری طرف شاہ اسحٰق کی مجلس میں شریک درس ہوتے۔ صبح کا درس پہلے مولوی عبدالخالقؒ سے پڑھ کر جاتے اور جو مقام تشنہ رہ جاتا، صباحی درس میں اس کی تحقیق شاہ اسحٰق سے کرلیتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: (۴۶) "و از جناب مولوی عبدالخالق صاحب مرحوم مع مولوی رحمت اللہ بیگ نیز صحیح بخاری آغاز کردم و جائیکہ شک و شبہ دریں جاے ماند علی الصباح در سبق آں نیزد مولانا ممدوح و مغفور حل آں مے کردم"

"الحاصل........ اس زمانے میں (۱۲۴۸ھ) جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب، مولوی عبدالخالق صاحب مرحوم سے تحصیل علم کرتے تھے، اور ہر روز ان کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوتے اور فن حدیث و تفسیر و فقہ کے مشکل مقامات کا حل ان سے دریافت کرتے۔"

بعینہ یہی واقعہ مولانا شیخ محمد تھانوی نے مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم کے ایک استفسار کے جواب میں ذکر فرمایا ہے جو کہ ۱۲۹۲ھ کو لکھا گیا، وہ لکھتے ہیں:

"الحاصل...... درآں زمان (۱۲۴۸ھ) جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب مصدر المناقب تحصیل علوم از جناب مولوی عبدالخالق صاحب مرحوم و مغفور مے کردند و ہر روز

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

الا نادرا حاضر خدمت عالی...... مے شد ندو حل مشکلات فن حدیث شریف و تفسیر و فقہ بخوبی مے کردند"

اسی نہج پر حضرت میاں صاحب نے مولوی عبدالخالق اور حضرت شاہ اسحٰق سے صحیحین کا اختتام کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"آخر الامر در ہفت ماہ از مولانا مغفور و مرحوم کتاب مذکور باختتام رسید و در صحیح مسلم ہمیں معاملہ روداد"

ان دنوں نماز ظہر کے بعد جو مجلس ہوتی، اس میں مولوی یار علی، نواب قطبُ الدین خاں اور مولوی علی احمد شریک ہوتے اور حضرت میاں صاحب اس میں شرکت نہ کرتے جیساکہ آپ لکھتے ہیں:

"ودر آں وقت یعنی بوقتِ ظہر حاضر نمے شدم و شریک شاں نبودم"

اس بنا پر نواب قطب الدین خاں مرحوم سے اس وقت کوئی رابطہ و تعارف پیدا نہ ہوسکا، البتہ جب ہدایہ شروع ہوا جس میں نواب مرحوم کے علاوہ مولوی بہاؤ الدین دکنی، مولوی صبغۃ اللہ (والد ماجد قاضی محفوظ اللہ پانی پتی) اور قاری کرم اللہ بھی شریک تھے۔ اس وقت سے حضرت نواب صاحب سے مراسم قائم ہوگئے اور بمرورِ ایام افزوں پذیر رہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"واز شریک شدن درھدایہ از جناب مولوی مرحوم سلسلہ محبت و اُلفت و ارتباط و انبساط روز بروز دراز گردید"

القصہ حضرت میاں صاحب نے شاہ محمد اسحٰق مرحوم و مغفور سے تفسیر و حدیث اور فقہ کی بعض کتابیں سماعاً اور اکثر قراءۃً تحصیل کیں اور تحقیق و تدقیق کے بعد مولانا مرحوم سے سند و اجازہ حاصل کیا جس کی نقل حسبِ ذیل ہے:

"الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله وصحبه اجمعين اما بعد فيقول العبد الضعيف محمد اسحٰق: ان السيد النجيب المولوى محمد نذير حسين قد قرء علىّ اطرافا من الصحاح الستة البخارى و مسلم واحمد و ابى داؤد والجامع الترمذى والنسائى و ابن ماجة و شيئا من كنز العمال والجامع الصغير و غيرهما و سمع منى الاحاديث الكثيرة فعليه ان يشتغل بقراءة هذه الكتب و تدريس بها لانه اهلها بالشروط المعتبرة عند اهل الحديث (٢٧) وانى حصلت القراءة والسماعة والاجازة لهذه الكتب من الشيخ الاجل عبدالعزيز المحدث الدهلوى و هو حصل القراءة والاجازة عن الشيخ ولى الله المحدث الدهلوى رحمة الله عليهما و باقى سنده مكتوب عنده حرره

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

فی ثانی شہر شوال ۱۲۵۷ھ الهجرية والحمد لله اولا وآخرا (محمد اسحق ۱۲۵۲ھ)

اس سند و اجازہ میں "وسمع منی الاحادیث الکثیرۃ" کا جملہ خاص طور پر قابل توجہ ہے جس کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت میاں صاحب خود ہی لکھتے ہیں:

"در زمانیکہ مولوی محمد ابراہیم نگر نہسوی ۱۲۸۲ھ کہ بعد از فراغ تحصیل علوم رسمیہ در رام پور بہ دہلی آمدہ قدرے تفسیر بیضاوی و صحیح بخاری از مولانا مرحوم خواندند، وزود از زود درسہ چہار ماہ صحیح بخاری تمام نمودند، من ہم شریک سماعت شاں بودم و تمام وکمال آں شنیدم، لہٰذا مولانا مرحوم در سند من ارقام فرمودہ اند: سمع منی الاحادیث الکثیرۃ"

"مولوی محمد ابراہیم نگر نہسوی ۱۲۸۲ھ میں رام پور سے علومِ رسمیہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر دہلی آگئے اور مولانا مرحوم سے تفسیر بیضاوی اور صحیح بخاری پڑھیں اور چار ماہ میں صحیح بخاری کی تکمیل کرلی۔ میں بھی ان درسوں میں پوری طرح شریک سماعت رہا۔ لہٰذا مولانا مرحوم نے میری سند میں رقم فرمایا —— سمع منی الاحادیث الکثیرۃ" حضرت میاں صاحب کے مکتوبات اور دیگر علماء کی شہادات کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب اسحٰق سے کسب و فیض اور ان کی مصاحبت و ملازمت کے جو مواقع حضرت میاں صاحب کو بہم آئے ہیں وہ کسی دوسرے تلمیذ کو میسر نہیں ہوسکے۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب، حضرت شاہ اسحٰق صاحب سے کسبِ فیض کے کوائف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"و دواز سیزدہ سال بہ صحبت مولانا فیض یاب شدم و صحبت از منہ کثیرہ کسے را بجز عاجز، از شاگردان مبرور میسر نشد"

حضرت شاہ صاحب کو حضرت میاں صاحب سے جو تعلق خاطر تھا "تقریبِ مناکحت" سے اس کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے نیز مولانا محمد تھانوی، مولانا محمد حسین کے ایک استفسار کے جواب میں اپنے ایک مکتوب (مرقومہ ۱۲۹۲ھ) میں لکھتے ہیں:

"موضوح شود کہ الطاف نامہ مشتمل بردریافت حال سند علم حدیث شریف جامع علوم و فہوم جناب مولوی سید نذیر حسین موصول گردید و توجہ اقدس خاطر حضرت مولانا محمد اسحٰق قدس سرہ جانب مولوی نذیر حسین از بس بودہ است..... ہر قدر کہ نو آموزاں برآں نازے کنند، زیادہ ازاں مولوی صاحب موصوف در ذخیرہ خویش نہادہ فراموش کردہ باشند"

"واضح رہے کہ جناب مولوی سید نذیر حسین کی سند علم حدیث شریف اور علوم و فہوم کے بارے میں الطاف نامہ ملا۔ مولوی نذیر حسین کو حضرت مولانا محمد اسحٰق قدس سرہ کی توجہ ازبس حاصل تھی —— وہ باتیں جن پر نو آموز ناز کرتے ہیں، مولوی صاحب کا

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

دامن ان سے کہیں زیادہ بھرا ہوا تھا ـــــ"

اس مکتوب کے پس منظر اور محتویات کی اگر ہم تشریح کریں تو بہت سے علماء اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں جو معاصرانہ چشمک کی وجہ سے حضرت میاں صاحب سے حسد و منافرت کی آگ میں جل بھُن رہے تھے اور حضرت میاں صاحب کے حلم و مسامحت سے غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے۔

المختصر حضرت شاہ صاحب سے استفادہ اور تلمیذ و شیخ کے مابین قلبی رابطہ ہی اس کا موجب بنا کہ شاہ اسحٰق کے ہجرتِ حرمین کے بعد حضرت میاں صاحب نے اس فیض کو جاری رکھا اور پورے ساٹھ سال درس حدیث دے کر شیخ الکل فی الکل کا اعزاز حاصل کیا۔

کسی شخص کے درس زندگی میں خاص طور پر یہ بات قابل توجہ ہوتی ہے کہ اس وقت کے اساتذہ و شیوخ کی نظروں میں اسے کیا مقام حاصل ہے اور معاصرین کی نگاہوں میں وہ کیسے دیکھا جاتا ہے اور سب سے آخر یہ کہ "الباقیات الصالحات" سے اس کا دامن کس قدر لبریز ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ان فوق الذکر پہلوؤں پر بھی اختصار سے روشنی ڈالی جائے۔

حضرت میاں صاحب اور ان کے معاصرین

ضرب المثل ہے: "المعاصرۃ اصل المنافرۃ" اور اس قسم کی منافرت سے انبیاء و اولیاء اور سلف صالحین بھی دو چار ہوتے رہے ہیں۔ اس جہت سے حضرت کے معاصرین کو دیکھا جائے تو واقعہ یہ ہے کہ حقیقت پسند علماء نے تو باوجود اختلاف مسلک کے ان کی فضیلت کا اعتراف کیا ہے جیسا کہ مولانا محمد تھانوی صاحب جن کے مکتوب کا اقتباس پہلے گذر چکا ہے، وہ اپنے اسی مکتوب میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

> "بعندیہ من دہلی امروز از ہماں کس عبارت است دعائے سلامتی اوشاں ضرور است، دہلی دو چشم ے داشت جناب مولانا قطب الدین صاحب مرحوم و جناب موصوف بالفعل یک چشم ماندہ کہ آں عبارت است از جناب مولوی سید نذیر حسین"
>
> "میری نظر میں آج کی دہلی جن لوگوں سے عبارت ہے۔ ان کی سلامتی مبارک ہو ـــــ دہلی کی دو آنکھیں تھیں، ایک جناب مولانا قطب الدین مرحوم اور دوسرے جناب موصوف۔ بالفعل اب ایک ہی آنکھ باقی رہ گئی ہے اور وہ ہیں جناب مولوی سید نذیر حسین"

○ اسی طرح مولانا احمد علی جو شاہ اسحٰق صاحب کے تلمیذ تھے، انہوں نے ایک استفسار کے جواب میں جو مکتوب مولانا حفیظ اللہ خاں دھلوی[۳۸] کو لکھا اس میں حضرت میاں صاحب کو جن القاب

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

سے یاد کیا ہے، وہ قابل توجہ و اہتمام ہے وہ لکھتے ہیں:

"مولوی صاحب مستتبعِ محامد و محامد، معدنِ علومِ نافعہ مولوی سید نذیر حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ"

○ مولانا عبدالحی لکھنوی اپنے ایک مکتوب میں حافظ عبدالمنان مرحوم وزیر آبادی (۱۳۳۴ھ) کو لکھتے ہیں:

"اگر مولوی نذیر حسین معائنہ کنانیدہ شود خوب است کہ جناب شان رابر کتب محققین نظرے است وسیع"

"مولوی نذیر حسین کا علمی جائزہ لینے پر معلوم ہوگا کہ محققین کی کتب پر ان کی نظر بڑی وسیع تھی"

○ مولانا شاہ فضل الرحمٰن قدس سرہ گنج مراد آبادی نے فرمایا:

"میاں نذیر حسین پکے اہلحدیث ہیں اور بہت کچھ کلمہ خیر آپ کی شان میں فرماتے رہے" (روایت قاضی حکیم مظفر احمد)

○ اسی طرح شاہ صاحب تلمیذ سید عبدالودود نے فرمایا:

"مولوی نذیر حسین کو چاہے کوئی کچھ کہے مگر حدیثِ رسول اللہ کا فیض جیسا اُن سے جاری ہے کسی بھی نہ ہوا"

○ مولانا قاضی بشیر الدین قنوجی غایۃ الکلام میں لکھتے ہیں:

"زبدۃ المحققین، و عمدۃ المحدثین من اولیاء عصرہ واکابر علماء دھرہ مولانا سید نذیر حسین دھلوی"

○ شیخ احمد بن ابراہیم بن عیسیٰ شرقی ایک خط مورخہ ۵ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ میں لکھتے ہیں:

حضرت العالم العلامہ المحدث الفہامہ، قدوۃ اھل الاستقامہ

○ شیخ احمد بن علی تیونسی مغربی سے مولانا ابوطیب محدث عظیم آبادی نے مکہ میں ملاقات کی اور ان سے اجازہ حاصل کیا تو اثنائے گفتگو میں حضرت میاں صاحب کا ذکر آگیا، جس پر مولانا تیونسی نے فرمایا کہ روئے زمین میں ان جیسا اور کوئی صاحب علم نہیں۔ پھر آپ کی بہت مدح سرائی کی:

"لا یوجد مثلہ فی الارض و مدحہ غایۃ المدح"

○ مولانا سخاوت علی جونپوری، شیخ محمد مچھلی شہری کے رسالہ پر اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

"تفصیلش در معیار الحق مصنفہ مولانا حجۃ اللہ علی العالمین زبدۃ الفاضلین عالم ربانی محقق لاثانی، فاضل بے نظیر مولانا سید محمد نذیر حسین دامت برکاتہ علی کافۃ الخلق مرقوم است"

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

○ شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی نے اپنے ایک خط میں حضرت میاں صاحب کو ان القاب سے یاد کیا ہے۔

"الی جناب مولانا رئیس المحدثین و بقیة السلف الصالحین و عمدة الابرار المتقین السید الامام"

○ مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

"...... کہ جناب شاں وا برکتبِ محققین نظرے است وسیع....."

○ حضرت النواب صدیق حسن خاں، سید شریف حسین کی سند میں لکھتے ہیں:

"ابوہ شیخ الاسلام و مرکز علوّ الاستجازة والاجازة والعالم الخبیر...."

○ مولانا الامام عبداللہ الغزنوی، میاں صاحب کے متعلق اپنا خواب یوں ذکر کرتے ہیں:

دیدم کہ ازدھان شیخنا سید محمد نذیر حسین دہلوی چشمہ شربت شیرین جاری است....."

"میں نے دیکھا کہ ہمارے شیخ سید محمد نذیر حسین دہلوی کے دہن سے شربتِ شیریں کا چشمہ جاری ہے"...

الغرض حضرت میاں صاحب اپنے معاصرین میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں حتیٰ کہ مخالفین بھی آپ کے علم و فضل کے معترف تھے۔ اس قسم کے اقوال کا اگر تتبع اور استیعاب کیا جائے تو ایک مستقل مقالہ بن سکتا ہے۔

تاہم حضرت میاں صاحب کے معاصرین میں معاندین کا ایک گروہ ایسا بھی موجود تھا جو اپنے حسد و بغض کی سوزش کو الزام تراشیوں اور سازشوں سے تسکین دینے کی مساعی میں لگا رہتا۔ ایسے ہی بعض علماء نے معاصرانہ چشمک کے مرض میں مبتلا ہوکر اور علمی میدان میں اپنے کو عاجز پاکر معاندانہ روش اختیار کر رکھی تھی۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے تو یہاں تک مشہور کردیا کہ حضرت شاہ اسحٰق صاحب کا جو تلمیذ اس بات کا مدعی ہے کہ انہوں نے سب تلامذہ سے زیادہ شاہ صاحب سے استفادہ کیا ہے اور مسلسل بارہ تیرہ سال ان کی خدمت میں حاضری دی ہے۔ اس کا ایسا کہنا درست نہیں کیونکہ ان کو تو شاہ صاحب سے سند و اجازہ حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ ان الزامات سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ بعض علماء نے ان افواہوں سے متاثر ہوکر سند و اجازہ بھی حاصل کرنے کے لئے حضرت شاہ اسحٰق صاحب کے دوسرے تلامذہ کو بھی مکاتیب ارسال کئے جو کہ صاحبُ الحیاۃ والمماۃ نے بالفاظہا نقل کردیئے۔ چنانچہ مولانا محمد حسین کے جواب میں مولانا محمد تھانوی کا مکتوب گذر چکا ہے، وہ لکھتے ہیں:

الطاف نامہ مشتمل پر دریافت حال سند علم حدیث شریف جامع علوم و فہوم جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب موصول گردید مگر مرا بخوبی مسموع است ہم ہی پایۂ معائنہ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کہ سند اوشان بہ مولانا بودہ است .... و توجہ خاطر اقدس حضرت مولانا محمد اسحٰق جانب مولوی نذیر حسین از بس بودہ است کہ برآں یقین است سند حوالہ مولوی سید نذیر حسین صاحب عطا فرمودہ اندو مجاز گردانیدہ...... آں مکرم ہیچک واہمہ از جانب جناب مولوی سید نذیر حسین اندرین باب سند نیار ند...... برقول اہل خیال و عناد گوش نباید نہاد.....

"مولوی سید نذیر حسین صاحب کی سند علم حدیث اور ان کے جامع علوم کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے آپ کا الطاف نامہ ملا- مجھے بخوبی سنا ہے کہ ان کی سند مولانا تک پہنچتی ہے........ اور حضرت مولانا محمد اسحٰق کی جس قدر توجہ مولوی نذیر حسین کو حاصل تھی اس کی بنا پر یقین ہے کہ انہوں نے مولوی نذیر حسین کو سند حوالہ عطا فرمائی اور انہیں مجاز بنایا تھا...... اہل خیال اور اہل عناد کی باتوں پر دھیان نہیں دینا چاہیے"

پھر اس کے بعد مولانا محمد تھانوی نے حضرت میاں صاحب کی شخصیت پر اظہار رائے کرتے ہوئے موصوف کو دہلی کی دوسری آنکھ قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے- الحیاۃ بعد المماۃ سے مذکورۃ الصدر شہادات پیش کرنے کے بعد اب ہم سید سلیمان ندوی کی تحریر کو درج کرکے اس بحث کو ختم کرتے ہیں- سید ندوی حیاتِ شبلی کے حواشی میں لکھتے ہیں:

"مولانا سید نذیر حسین کی مولانا شاہ اسحٰق سے شاگردی کا مسئلہ بھی اہل حدیث و احناف میں مابہ النزاع بن گیا ہے- احناف انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کو شاہ صاحب سے پڑھے بغیر صرف تبرکاً اجازہ حاصل ہوا تھا اور اہلحدیث ان کو باقاعدہ شاگرد بتاتے ہیں- مجھے نواب صدیق حسن خاں کے مسودات میں مولانا نذیر حسین کے حالات کا مسودہ بھی ملا ہے جس میں بتصریح مذکور ہے کہ ۱۲۴۹ھ میں شاہ صاحب کے درس حدیث میں وہ داخل ہوئے- عبارت یہ ہے:

"و در ہمیں سال (سنہ ۱۲۴۹ھ) حدیث شریف از مولانا محمد اسحٰق مرحوم و مغفور شروع فرمودند و صحیح بخاری، صحیح مسلم بہ شراکت مولوی تل محمد کابلی و مولانا عبداللہ سندھی و مولوی نور اللہ سروانی و حافظ محمد فاضل سورتی و غیرہم حرفاً حرفاً خواندند و ہدایہ و جامع صغیر بہ معیت مولوی بہاء الدین دکنی و جد امجد قاضی محفوظ اللہ پانی پتی و نواب قطب الدین خاں دہلوی و قاری اکرام اللہ و غیرہم و کنز العمال ملا علی متقی علیحدہ شروع فرمودند ودسہ جزء خواندہ و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و مؤطا مالک بتمامہا بر مولانا ممدوح عرض نمودند واجازہ از شیخ الآفاق حاصل نمودہ"۔

"اور اسی سال (سنہ ۱۲۴۹ھ) انہوں نے مولانا محمد اسحٰق مرحوم و مغفور سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا سبق شروع کیا اور اس تدریس میں مولوی تل محمد کابلی، مولوی عبداللہ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

سندھی، مولوی نوراللہ سروانی، حافظ محمد فاضل سورتی وغیرہم ان کے ساتھ شریک تھے۔ انہوں نے حرفاً حرفاً پڑھا اور مولوی بہاؤ الدین دکنی اور جدامجد قاضی محفوظ اللہ پانی پتی، نواب قطب الدین خاں دہلوی اور قاری اکرام اللہ وغیرہ کی معیت میں ہدایہ اور جامع صغیر پڑھی.......... سنن ابوداؤد و جامع ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و موطا مالک پوری کی پوری مولانا ممدوح کے روبرو پڑھیں اور شیخ الآفاق سے اجازت حاصل کی"

البتہ شاہ صاحب سے سند و اجازۂ تحریری انہوں نے دوسرے سال ۱۲۵۸ھ کو حاصل کی ہے جب شاہ صاحب ہندوستان سے ہجرت کر کے جارہے تھے (حیاتِ شبلی ص۴۵-۴۶ حاشیہ)

پس میاں صاحب کا شاہ اسحٰق سے سند و اجازہ، ایک مسلمہ حقیقت ہے لیکن دیوبندی حضرات اور مولانا عبیداللہ سندھی اس کا انکار کرتے ہیں اور یہ سب باتیں تعصب کی پیداوار ہیں اور میاں صاحب کا گناہ صرف ان کا اہل حدیث ہونا ہے۔

مولانا احمد علی سہارنپوری اپنے ایک طویل خط میں لکھتے ہیں:

"چونکہ بعض اہل علم اور طلبہ اس اشتباہ میں مبتلا ہیں کہ آیا مولوی سید نذیر حسین کو کتبِ حدیث کی اسناد شاہ اسحٰق صاحب سے حاصل بھی ہے یا نہیں لہٰذا ان ہر دو اشتباہ کا ازالہ ضروری ہے، لہٰذا نوشتہ مے شود کہ سند کتب احادیث شریفہ عطا فرمودہ حضرت مولانا مغفور طاب شدہ بدست مولوی صاحب ممدوح موجود است ——— پھر اس کے بعد مجلسِ مناکحت کا ذکر کیا۔"

مسند نشینی

شاہ اسحٰق صاحب کی ہجرت کے بعد ان کی جانشینی کے مسئلہ کو بھی احناف نے نظرانداز کر دیا ہے اور یہی روش مولانا سندھی نے اختیار کی ہے۔ اس لئے ہم اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

پاک و ہند میں حدیث کی تدریس کا کام تو پہلی صدی ہجری کے اختتام پر ہی شروع ہوگیا تھا اور فتح سندھ کے ساتھ متعدد تابعین برصغیر میں رونق افروز ہوچکے تھے اور انہوں نے اسلامی تعلیمات کو پھیلانا شروع کردیا تھا۔[۴۹] مگر بارہویں صدی میں جب شاہ ولی اللہ حجاز سے علم حدیث کی سند لے کر آئے تو انہوں نے باقاعدگی سے کُتبِ صحاحِ ستہ (بشمول مؤطا) کو درس نظامی میں داخل کردیا اور طلبہ کو قرآن و حدیث کی دراست کی طرف متوجہ کردیا۔

شاہ عبدالعزیز (۱۲۳۹ھ) کے بعد مسند ولی اللہی کے وارث شاہ اسحٰق قرار پائے اور ان کا حلقہ درس علم حدیث کے لئے تمام ہندوستان کا مرکز بن گیا۔ شاہ اسحٰق کو شاہ عبدالعزیز دہلوی کے علاوہ شیخ عمر بن عبدالعزیز مکی سے بھی روایتِ حدیث کا اجازۃ حاصل تھا۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مولانا موصوف نے شاہ عبدالعزیز کی زندگی میں بیس برس تک درس حدیث دیا اور ان کی وفات کے بعد ۱۲۵۸ھ تک مسلسل درس حدیث دیتے رہے اور نامور علمائے ہند ان کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ شاہ صاحب نے ۱۲۶۲ھ کو مکہ میں وفات پائی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر کے قریب معلیٰ میں مدفون ہوئے۔ شیخ عبدالعزیز سراج مکی (۱۲۶۴ھ) نے آپ کے جنازہ پر فرمایا:

واللہ انہ لو عاش و قراءت علیہ الحدیث طول عمری مانِلْتُ ما نالہ

"کہ اگر مرحوم زندہ رہتے اور میں عمر بھر حدیث کا درس ان سے لیتا رہتا تو پھر بھی ان کے مرتبہ علمی کو حاصل نہ کرسکتا"

سر سید احمد خاں شاہ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

"آپ نے شاہ عبدالعزیز کی زندگی میں بیس برس تک علم حدیث کا درس دیا۔ آپ اتباعِ سنت کا نمونہ تھے" (مختصراً)

اس طرح مولانا مرحوم "الصدرُ الحمید" کے لقب سے مشہور ہوگئے اور شاہ اسحٰق ہی وہ ہستی ہیں جن کی خوشخبری شاہ ولی اللہ نے دی تھی۔ شاہ صاحب القول الجلیّ میں انعاماتِ الٰہی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ولیکن تدبیر غیب تقاضا مے کند کہ دو شخص دیگر پیدا شوند کہ در مکہ و مدینہ سالہا احیائے علوم دین نمایند و ہماں جاوطن اختیار کنند از طرف مادر نسب ایشان بما متمکن باشد زیرا کہ آدمی زادہ بوطن مادر میلان طبعی دارد، انتقال جماعت کہ وطن والدہ ایشاں متمکن باشند بسر زمینے بالطبع مستحیل است" (۳۰)

"لیکن تدبیر غیبی کا تقاضا ہے کہ دو اور اشخاص پیدا ہوں، جو سالہا سال مکہ و مدینہ میں احیائے علوم دینی کا کام کریں اور انہیں مقاماتِ مقدسہ کو اپنا وطن بنا لیں............"

شاہ اسحٰق کے متعلق بعض بزرگوں نے فرمایا تھا:

"قد حلت فیہ برکۃ الشیخ عبدالعزیز الدھلوی"

کہ ان کے اندر شاہ عبدالعزیز کی برکت حلول کر گئی ہے

پھر شاہ اسحٰق کی ہجرت کے بعد ۱۲۵۸ھ کو حضرت میاں صاحب نے دہلی میں حلقہ درس قائم کرلیا اور حضرت شاہ اسحٰق کی درسگاہ کے جانشین بن گئے۔ حضرت میاں صاحب کے اہل حدیث مکتب فکر کے حامل ہونے کی وجہ گو دیوبندی مکتبِ فکر اس کا انکار کرتے ہیں حالانکہ تاریخی طور پر یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں:

"شاہ اسحٰق کی ہجرت کے بعد میاں صاحب ہی جانشین ہوئے اور انہوں نے مسلسل

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ایک عرصہ دراز تک مسند ولی اللہی پر درس دینے کی عزت حاصل کی"

ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی لکھتے ہیں:

"اس دور کے دوسرے معلم مولوی عبدالخالق کے داماد شمس العلماء علامہ سید نذیر حسین تھے جن کے علم و فضل کا یہ مرتبہ تھا کہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب مہاجر مکی نے اپنی ہجرت (۱۲۵۸ھ) کے وقت افادہ و افتاء اور تدریس کی خدمت ان کے سپرد کرکے خلیفہ و جانشین مقرر فرمایا تھا" (مولوی نذیر احمد دہلوی- احوال و آثار صحابہ)

اس طرح دوسرے فضلاء اصحابِ قلم نے بھی سید نذیر حسین کی جانشینی کا اعتراف کیا ہے۔ جن میں سید سلیمان ندوی بھی ہیں جیسا کہ پہلے سند حدیث کے سلسلہ میں ہم ان کی رائے نقل کرچکے ہیں۔

حضرت میاں صاحب نے پہلے تو مسجد اورنگ آبادی میں درسگاہ قائم کی، جہاں پر ۱۲۷۰ھ تک جملہ علوم و فنون کی تدریس کرتے رہے پھر ۱۸۵۷ء کو جب مسجد اورنگ آبادی کا علاقہ مسمار کردیا گیا تو حضرت میاں صاحب نے پھاٹک جش خاں میں قیام کرلیا اور ۱۳۲۰ھ تک تفسیر و حدیث اور فقہ کا درس دیتے رہے۔

اولاد و احفاد

حضرت میاں صاحب کے اکلوتے بیٹے سید شریف حسین مرحوم تھے جو "الولد سرٌّ أبیہ" کے مصداق تھے۔ ۱۸۸۷ء کو وفات پائی۔ مرحوم نے تعلیم حضرت میاں صاحب سے حاصل کی اور سند و اجاز شیخ حسین بن محسن انصاری اور حضرت النواب صدیق حسن سے حاصل کیا۔ مولانا شریف حسین کے دو بیٹے مولوی سید عبدالسلام اور سید نور الحسن تھے۔

آپ کے نواسوں میں سید ابوالحسن معروف تھے۔ جو بقول میر ابراہیم سیالکوٹی کچھ عرصہ سیالکوٹ میں بھی رہے ہیں۔ راقم الحروف نے ان کو دہلی میں دیکھا ہے، وہ اس وقت مسجد میاں صاحب کے امام تھے۔

منہج تدریس

غریب القرآن اور اعراب و اسباب نزول کا علم قرآن فہمی کے لئے اساسی حیثیت کے حامل ہیں اور ابتدائی طور پر ترجمہ و مفہوم قرآن کے لئے موادِ ضروریہ سے ہیں[1] اس بنا پر حضرت میاں صاحب تفسیر قرآن کے لئے جلالین کی تدریس کو ترجیح دیتے اور منتہی طلبہ کو ماہِ رمضان میں جلالین کا دور کروا دیتے۔ اس دورۂ تفسیر کی افادیت کو اہل علم خوب سمجھتے ہیں لیکن افسوس فی زمانہ اہل حدیث مدارس

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

میں دورہ تفسیر متروک ہو چکا ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ اس کا احیاء کیا جائے۔

جلالین بھی حضرت میاں صاحب نے شاہ اسحٰقؒ سے پڑھی تھی اور انہی سے اجازہ حاصل تھا اور قراءۃِ قرآن کی سند حضرت میاں صاحب کے پاس جو حضرت نے ابو ابراہیم مدراسی کی سند میں تحریر فرمائی ہے:

"قراء ۃ قرآن المجید فانی قرأته علی الحافظ القاری فیض الله السرهندی وهو علی المولوی کرم الله الدهلوی [۳۱] وهو علی الشاه عبدالقادر شاه الدهلوی وهو علی ابیه الشاه ولی الله الدهلوی"

علم حدیث کی تدریس کے لئے حضرت میاں صاحب یکسالہ دورۂ حدیث کو کافی نہ سمجھتے بلکہ کم از کم سہ سالہ نصاب کو ضرورت قرار دیتے کیونکہ فنون حدیث سے متعارف ہونے کے لئے تین برس کوئی زیادہ نہیں اور تخصّص فی الحدیث کے لئے اتنی مدت کا ہونا ضروری ہے۔

حضرت میاں صاحب غریبُ الحدیث پر زور دیتے اور نفس کتاب پر جو اشکال پیش آسکتے، اس کو حل فرماتے اور مشکل مقامات پر سبق کے دوران ان کے مالہٗ و ماعلیہ پر بحث کرتے۔

حضرت میاں صاحب کا یہ طریقِ تدریس طلبہ میں علمی ذوق پیدا کرنے کے لئے نہایت پسندیدہ نظروں سے دیکھا جاتا، اس بنا پر بعض معاصرین اسے حسد کی نگاہ سے دیکھتے جس کی طرف ڈپٹی نذیر احمد نے بھی اشارہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"آپ کا درس عام پسند اور اجتہاد کے لئے موجبِ گزند تھا" (احوال و آثار)

درس حدیث و فقہ کے وقت ایسا معلوم ہوتا کہ ایک بحرِ موّاج موجزن ہے اور طلبہ اس میں شناوری کر رہے ہیں۔ بہت سے علماء آپ کے حلقۂ درس کا دوسرے مشاہیر سے موازنہ کرتے اور اختلافِ مسلک کے باوجود حضرت کے طریق تدریس کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکتے۔ چنانچہ مولوی ابو عبدالرحمٰن محمد بن عبداللہ بن الحاج صائم الدہر جمال الدین ہزاروی لکھتے ہیں:

"میں ۱۲۸۲ھ کو تحصیل علم کے لئے دہلی گیا۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی احمد علی سہارنپوری، مفتی صدر الدین خاں صدر الصدور دہلوی، مولانا سعادت علی سہانپوری، نواب قطب الدین خاں صاحب دہلوی، مولانا عبدالغنی مجددی وغیرہم بڑے بڑے کملاء سے ملا اور بہت دنوں تک ان لوگوں کے درس کا مقابلہ اور موازنہ بہ غائر نظر حضرت میاں صاحب کے درس سے کرتا رہا۔ بالآخر میرے دل نے یہی فیصلہ کیا کہ حضرت میاں صاحب کے درس میں بالکل نرالا پن ہے۔"

اسی طرح حضرت میاں صاحب کے درس کی تعریف کرتے ہوئے مولوی محمد عبداللہ بازید پوری

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

(۱۳۲۸ھ) فرماتے ہیں:

"میں مفتی صدر الدین خاں (۱۲۸۵ھ) صدر الصدور دہلی سے کتبِ درسیہ پڑھتا تھا اور اکثر میاں صاحب کے درس میں بھی جاکر بیٹھتا تھا، طلبہ کا ہجوم رہتا اور آپ نہایت تحقیق کے ساتھ درس دیتے اور حق بات یہ ہے کہ تفسیر حدیث اور فقہ کے آپ عالم متبحر تھے۔ جب تقریر کرتے تو ایک بحرِ مواج معلوم ہوتے"

الغرض اس دور کے تمام اہل علم حضرات نے حضرت میاں صاحب کی طرز تدریس کی تعریف کی ہے اور اس درس گاہ کے امتیاز کو تسلیم کیا اور جو عالم بھی حضرت میاں صاحب کے حلقہ درس میں بیٹھا ہے، متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔

نشرِ حدیث

حضرت میاں صاحب کے ساٹھ سالہ درس حدیث کا نتیجہ یہ ہوا کہ برصغیر کے اطراف و اکناف میں علمائے حدیث نظر آنے لگے اور حضرت میاں صاحب کے تلامذہ کے ذریعہ علم حدیث کو جو فروغ ہوا، اس کے نتائج آج ہمارے سامنے ہیں۔ مولانا عبدالحلیم شرر اپنے رسالہ "دلگداز" حیدر آباد دکن میں "مجددیت" پر ایک مضمون کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"وہ لوگ جو مجددیت کی مسند پر بیٹھے ہیں..... وہ اپنی علمی تحصیل اور اپنے شاگردوں کی کثرت پر مجدد ہونے کے مدعی ہیں۔ تمام علماء کے گروہ میں اگر کسی شخص پر یہ خطاب سجتا ہے تو وہ شیخ الکل ، مسندُ الوقت جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی ہیں کیونکہ ان کی برکت سے محبتِ رسول اللہ ﷺ اور پابندیِ سُننِ رسول ہندوستان میں پھیلی اور مولانا ممدوح کی کوشش سے اس مقدس علم کو ایسا رواج ہوا کہ آج ہر شہر اور ہر قصبہ میں کچھ نہ کچھ چرچا ضروری ہے۔"

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"اہل حدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمات بھی قابل قدر ہیں۔ پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خاں کے قلم اور مولانا سید نذیر حسین کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا۔ بھوپال ایک زمانے تک علمائے اہلحدیث کا مرکز رہا۔ قنوج، سہوان اور اعظم گڑھ کے بہت سے نامور اہل علم اس ادارہ میں کام کرتے رہے۔ شیخ حسین عرب یمنی ان سب کے سرخیل تھے اور دہلی میں مولانا سید نذیر حسین کی مسند درس بچھی ہوئی تھی اور جوق در جوق طالبینِ حدیث مشرق و مغرب سے ان کی درسگاہ کا رخ کر رہے تھے۔ ان کی درسگاہ سے جو نامور اٹھے ان میں سے ایک مولانا ابراہیم آروی تھے جنہوں نے سب سے پہلے عربی تعلیم اور عربی مدارس میں اصلاح کا خیال قائم کیا اور مدرسہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔ اس درسگاہ کے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

دوسرے نامور مولانا شمس الحق مرحوم (صاحبِ عون المعبود) جنہوں نے کتب حدیث کی جمع و اشاعت کو اپنی زندگی اور دولت کا نصب العین قرار دیا اور اس میں وہ کامیاب ہوئے۔ اس درسگاہ کے تیسرے نامور حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری ہیں جنہوں نے درس و تدریس کے ذریعہ خدمت کی اور کہا جاسکتا ہے کہ مولانا سید نذیر حسین کے بعد درس کا اتنا بڑا حلقہ اور شاگردوں کا مجمع اِن کے سوا کسی اور کو اُن کے شاگردوں میں سے نہیں ملا۔ اس درسگاہ کے ایک اور نامور تربیت یافتہ ہمارے ضلع اعظم گڑھ کے مولانا عبدالرحمٰن صاحب مرحوم مبارکپوری تھے جنہوں نے تدریس و تحدیث کے ساتھ جامع ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی لکھی۔

اس درسگاہ کے اثرات پورے ملک میں، شہروں سے لے کر دیہات تک پھیل گئے اور پھر اندرون ملک سے نکل کر بیرون ممالک چلے گئے۔

حضرت میاں صاحب اور ان کے تلامذہ کی تبلیغی مساعی کا یہ فائدہ ہوا کہ مدتوں سے تقلیدی جمود کی وجہ سے طبائع میں جو زنگ جم چکا تھا، وہ دور ہوگیا۔ اجتہاد کے در وَا ہوگئے اور لوگ از سر نو تحقیق و کاوش کے عادی ہوگئے۔ بلاواسطہ کتاب و سنت سے استدلال کی طرف متوجہ ہوگئے اور مقلدین بھی مجبور ہوگئے کہ اپنے مسلک کی تائید کے لئے کتاب و سنت سے دلائل مہیا کریں۔ اب کنزو قدوری کے مسائل ختم ہوگئے، رسوم و بدعات کی تردید نے اصلاح معاشرہ کی صورت اختیار کرلی۔

الغرض یہ تمام برکات اس درسگاہ کا نتیجہ تھیں جس نے اپنے ستر سالہ درس حدیث سے تحریک اہل حدیث کو نیا جنم دے دیا!!!"

استاد محترم مولانا محمد اسماعیل سلفی اپنے ایک مقالہ (اہلحدیث کے تین دور) میں تحریکِ اہلحدیث کے دور اول کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس ظرف میں سیاسیات سے تھکے ماندے دماغوں نے اپنے لئے اصلاح کی ایک ٹھوس راہ تجویز کی تاکہ مشغول بھی رہیں اور سستا کر کچھ خدمت بھی کرلیں۔ اس لئے ہندوستان کے حالات اور ضروریات کے لحاظ سے کتاب و سنت کی اشاعت انہیں سب سے بہتر نظر آئی جسے شروع کردیا گیا۔

یہ کام جس ماحول میں شروع کیا گیا وہ بھی ایک جہاد تھا اور مشکلات کا لامتناہی سلسلہ سدِّراہ بنا ہوا تھا...... تاہم ان مشکلات کے باوجود یہ ایک وقت کی ضرورت تھی اور ملاءِ اعلیٰ کی اس خاکستان کے لئے حقیقی خواہش..... گویا آن کی آن میں دہلی پھاٹک جش خان کے ایک تنگ و تاریک کوچہ میں ایک دارالعلوم بن گیا جس میں اصحابِ صفہ کے جنودٌ مجنّدہ اطرافِ عالم سے جمع ہونے لگے اور یضرب الناس اکباد الابل کا سماں نظر آنے لگا اور

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

چند سالوں میں اس سراج منیر نے تقریباً دنیا کے مشرق و مغرب تک اپنی روشنی پھیلا دی۔ تعجب ہے کہ وہاں نہ کوئی کالج نما عمارت ہے اور نہ عظیم الشان بلڈنگ لیکن کثرتِ تلامذہ کا یہ حال ہے کہ دنیا کے کسی گوشہ میں چلے جائیے، اہل علم کی محفلوں میں آپ کو اس مقدس درسگاہ کے تذکرے ملیں گے۔ (۴۲)

مولانا عبدالمالک آروی حضرت میاں صاحب مرحوم کے متعلق لکھتے ہیں:

"تیرہویں صدی میں بہار کے اندر ایک ایسی ہستی کا تولد ہوا جس نے نہ صرف ہندوستان میں اپنے علوم و معارف کی ضیا باریوں سے روشنی پھیلائی بلکہ عرب و عجم، مصر، عراق و ترکستان بھی اس کی روشنیوں سے جگمگا اٹھا۔ اس کا سینہ گنجینۂ معانی تھا۔ اس کی روح پُر فتوح میں فیوض لدنی اور افاداتِ معنوی کا ایسا جوہر تھا کہ اس نے اپنی آغوشِ تربیت میں بڑے بڑے نونہالان علم و عرفان پیدا کئے۔ اس کے حلقۂ درس میں سے ایسے طلبہ حاشیہ نشین ہوئے جنھوں نے اپنے عصر میں عالمگیر شہرت و عزت حاصل کی۔ ہندوستان بالعموم اور صوبہ بہار بالخصوص اس علامۂ دھر پر جتنا فخر کرے کم ہے۔"

مولانا سید نذیر حسین اپنے عہد کے شیخ نجم الدین کبری تھے۔ حضرت شیخ کے فیوضِ روحانی سے سیف الدین باخرزی، خواجہ بہاؤ الدین بغدادی، سعدالدین حمدی، بابا کمال الدین جندی اور رضی الدین جیسے مشاہیر صوفیہ پیدا ہوئے۔ ہمارے بہاری محدث نے مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا محمد شمس الحق ڈیانوی، حافظ ابراہیم آروی اور مولانا عبدالوھاب دہلوی جیسے فضلاء پیدا کیے۔

الغرض حضرت میاں صاحب کی اس درسگاہ سے ہزاروں علماء و فضلاء فارغ ہوئے اور مختلف طبقات کے اعتبار سے انہوں نے تبلیغ و تدریس، تصنیف و تالیف، اعداءِ اسلام سے جہاد، اور اسلام سے دفاع وغیرہ ہر شعبہ میں کام کیا۔ اس طرح کتاب و سنت کی نشرواشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ (۴۳)

چنانچہ مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم اپنے ایک مقالہ میں رقمطراز ہیں:

"حضرت میاں صاحب کے تلامذہ کے مزاج اور طریق کار میں عجیب تنوع نظر آتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک نے اپنی استعداد کے مطابق مرحوم سے اثر لیا۔ حافظ عبداللہ صاحب غازیپوری، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا محمد ابراہیم آروی اور حاجی علی جان کا خاندان انگریز کے خلاف تحریکِ مجاہدین میں شامل ہوگئے اور تحریک مجاہدین جب ۱۸۳۱ء کو زیر زمین چلی گئی تو ان حضرات کی مخلصانہ مساعی سے یہ تحریک زندہ رہی اور ۱۹۴۷ء تک حکومت برطانیہ کے لئے وبال جان بنی رہی۔

پنجاب میں مولانا عبدالقادر قصوری، مولانا عبدالاول غزنوی، مولانا فضل الٰہی، مولانا ولی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

محمد فتوحی والے اور مولانا اکبر شاہ اس تحریک کے سرگرم رکن اور موید رہے۔

حضرت میاں صاحب کے تلامذہ کی ایک جماعت کا رجحان تدریس کی طرف تھا، جیسے مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری، مولانا عبدالجبار غزنوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور مولانا حافظ محمد لکھوی وغیرہم نے تدریس کے ذریعہ کتاب و سنت اور علوم اسلامیہ کی نشرواشاعت کی حتی کہ اس کے اثرات بڑے شہروں سے تجاوز کرکے قصبات اور دیہات تک پہنچ گئے

حضرت میاں صاحب کے چند تلامذہ تصنیف و تالیف کی طرف مائل ہوگئے، جن میں مولانا شمس الحق ڈیانوی، مولانا عبدالرحمن مبارکپوری، مولانا امیر علی صاحب، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا حافظ محمد صاحب لکھوی اور مولانا عبداللہ امرتسری (روپڑی) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (۳۴)

ایک دوسرے مقام پر استاد محترم سلفی مرحوم لکھتے ہیں:

"درس و تدریس کے اہم اوقاتِ مشغلہ کے باوجود میاں صاحب ملکی حالات اور ملی تقاضوں سے بھی بے خبر نہ تھے اور ولی اللہی خاندان کی جس مسند کے آپ وارث تھے، اس کی نزاکت و اہمیت کا موصوف کو پورا احساس تھا۔ اس بنا پر تلامذہ کی تربیت بھی اسی رنگ میں کی اور جو علماء حضرت میاں صاحب کی درسگاہ سے کامل ہو کر نکلے، انہوں نے ایک طرف درس و افتاء، اصلاح معاشرہ اور رسوم و بدعات کی تردید کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں۔"

استاد محترم مختصر الفاظ میں اس دور کا خاکہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تحریک کا یہ دور ایک ٹھوس دور ہے جس میں بظاہر سیاست کی چاشنی نظر نہیں آتی لیکن درس و تدریس کی مسندیں ضرور مزین نظر آتی ہیں۔ جن کو مقدس اور فرشتہ سیرت انسانوں نے زینت بخشی ہے۔ انہی مجالس کے باقیات صالحات سے مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، حافظ عبداللہ غازیپوری، مولانا سید شریف الحسن دہلوی، مولانا شمس الحق ڈیانوی، مولانا عبدالرحمن مبارکپوری، امام عبداللہ غزنوی، امام عبدالجبار غزنوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور مولانا محمد حسین بٹالوی جیسے سینکڑوں اقمارِ علم نظر آئیں گے۔"

تلامذہ

الغرض حضرت میاں صاحب کے کثرتِ تلامذہ اور ان کے متنوع اور مختلف طبقات سے کسی کو انکار نہیں۔ مولانا سید عبدالحی حسنی، تلامذہ کی کثرت پر لکھتے ہیں:

"واما تلامذته فعلى طبقات منهم العالمون الناقدون المعروفون

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

فتعلمهم يبلغون ألف نفس و منهم المقاربون بالطبقة الاولى فى بعض الاوصاف ومنهم من يلى الطبقة الثانية واهل هذين الطبقتين يبلغون الى الآلاف" (نزہۃ الخواطر ج ۸)

اور مولانا شمس الحق ثین نے بھی غایۃ المقصود میں تلامذہ کے طبقات کا ذکر نہایت مؤثر انداز میں کیا ہے اور ممتاز تلامذہ کی فہرست بھی دی ہے۔ ہم غایۃ المقصود اور دیگر مراجع سے ان اسماء گرامی کو نقل کرتے ہیں:

(۱) السید السند المولوی شریف حسین المتوفی ۱۳۰۴ھ
(۲) الشیخ الاجل العارف باللہ مولانا عبداللہ الغزنوی ۱۲۹۸ھ
(۳) شیخ محمد الغزنوی بن الامام عبداللہ الغزنوی ۱۲۹۶ھ صاحب حاشیہ تفسیر جامع البیان
(۴) امام عبدالجبار غزنوی ۱۳۳۲ھ
(۵) علامہ فہامہ سید عبدالواحد غزنوی ۱۹۳۰ء
(۶) مولانا عبداللہ ثانی بن عبداللہ امام غزنوی
(۷) فاضلِ شہیر مولوی محمد بشیر سہسوانی ۱۳۲۳ھ
(۸) محققُ الزمن مولوی امیرالحسن سہسوانی ۱۲۹۱ھ
(۹) الفاضل الاوحد مولوی امیراحمد سہسوانی ۱۳۰۶ھ
(۱۰) فاضل شہیر فی المشرقین مولوی ابو سعید محمد حسین لاہوری ۱۳۳۸ھ
(۱۱) کامل صالح عبداللہ معروف .غلام رسول پنجابی ۱۲۹۱ھ
(۱۲) عالم کامل صالح عبدالرحمن ابن الصالح محمد بن بارک لکھوی پنجابی ۱۳۱۲ھ
(۱۳) وارثِ علوم النبی تقی ناسک مولوی الحافظ عبداللہ غازیپوری ۱۳۳۷ھ
(۱۴) فاضل مولوی سعادت حسین بہاری ۱۳۶۰ھ
(۱۵) کامل لوذعی مولوی علیم الدین حسین عظیم آبادی نجرنہسوی ۱۲۶۰--۱۳۰۶ھ
(۱۶) مولانا لطف العلی بہاری متوفی ۱۲۹۶ھ
(۱۷) الصالح التقی الفاضل الذکی مولوی ابو محمد ابرہیم آروی ۱۳۰۹ھ
(۱۸) مولوی تلطف حسین محی الدین پوری عظیم آبادی ۱۳۳۴ھ
(۱۹) ذوالکمالات الشریفہ شیخ مدرّس الحافظ عبدالمنان وزیر آبادی ۱۳۳۴ھ
(۲۰) مولوی رفیع الدین شکرانوی بہاری ۱۳۳۸ھ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

(۲۱) مولوی نور احمد ڈیانوی عظیم آبادی

(۲۲) ذوالفضائل الحمیدہ مولوی بدیع الزمان لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ

(۲۳) قاضی محفوظ اللہ پانی پتی

(۲۴) شیخ احمد الدہلوی ۱۹۲۰ء

(۲۵) مولوی سلامت اللہ اعظم گڑھی ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء

(۲۶) مولوی ابو عبدالرحمن محمد پنجابی ۱۳۱۵ھ صاحب الحواشی الجدیدہ علی النسائی

(۲۷) مولوی عبدالغنی بہاری (۱۳۱۳ھ)

(۲۸) مولوی الٰہی بخش بہاری

(۲۹) مولوی امیر علی ملیح آبادی لکھنوی

(۳۰) مولوی نور محمد ملتانی

(۳۱) مولوی محمد احسن استھانی بہاری

(۳۲) مولوی نظیر حسین آروی

(۳۳) مولوی حافظ عبدالعزیز بن الشیخ احمد اللہ رحیم آبادی

(۳۴) مولوی محمد عبداللہ پنجابی گیلانی

(۳۵) مولوی محمد طاہر سیلھٹی

(۳۶) مولوی عبدالجبار عمرپوری ۱۳۳۴ھ

(۳۷) مولوی سید محمد عرفان ٹونکی (۱۲۶۵--۱۳۳۲ھ)

(۳۸) مولوی محمد حسین بن عبدالستار ہزاروی (۱۳۱۴) صاحب تحفۃ الباقی علی الفیۃ العراقی و شرح شرح تحفہ الفکر بالفارسیہ (مولانا محمد یونس اثری کے دادا تھے)

(۳۹) مولوی علی نعمت پھلواری (۱۲۷۲ھ / ۱۳۳۱)

(۴۰) فاضل کامل محمد احسن نزیل بھوپال

(۴۱) شیخ عالم عبداللہ بن ادریس حسینی سنوسی مغربی

(۴۲) فاضل محمد بن ناصر بن المبارک نجدی

(۴۳) فاضل سعد بن حمد بن عتیق نجدی ۱۳۴۹ھ

(۴۴) قاضی طلاخی پشاوری توفی مکہ ۱۳۱۰

(۴۵) حکیم عبدالحق امرتسری ۱۳۰۷ھ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

(۴۶) مولانا ثناء اللہ امرتسری ۱۲۸۷ھ/ ۱۳۶۷

(۴۷) مولانا عبدالرحمن مبارکپوری ۱۳۵۳ھ

(۴۸) مولانا عبدالسلام مبارکپوری ۱۳۴۲

(۴۹) مولانا احمد حسن دہلوی ۱۹۲۰ء/ ۱۳۳۸ھ صاحب احسن التفاسیر و تنقیح الرواۃ

(۵۰) علامہ محقق شمس الحق ڈیانوی ۱۳۲۹ھ

(۵۱) حکیم عبدالحق امرتسری متوفی ۱۳۷۰ھ فی لاہور

(۵۲) قاضی یوسف حسین انجانپوری ۱۲۸۵

(۵۳) مولانا عبدالوہاب ملتانی دہلوی ۱۳۵۱ھ (موجودہ جماعت غرباء اہلحدیث۔ کراچی کے بانی)

(۵۴) حافظ محمد رمضان پشاوری ۱۹۲۰ء/ ۱۳۳۹ھ

(۵۵) قاضی عبدالاحد خانپوری ۱۳۴۷ھ

افکار و نظریات

شاہ ولی اللہ دہلوی کا خاندان گو مذہباً حنفی تھا مگر مقلد نہ تھا بلکہ ذہنی طور پر عمل بالحدیث کی طرف مائل تھا چنانچہ شاہ ولی اللہ انفاس العارفین (ص ۷۰) میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں:

> "مخفی نماند کہ حضرت ایشاں در اکثر امور موافق مذہب حنفی عمل مے کردند الا بعض چیز ھا کہ بحسبِ حدیث یا وجدان مذھب دیگر ترجیح یافتند ازاں جملہ آنست کہ در اقتداء سورۃ فاتحہ مے خواندند و درجنازہ نیز"

> "یہ بات مخفی نہ رہے کہ وہ اکثر امور میں حنفی مذہب کے مطابق عمل کرتے تھے لیکن بعض چیزوں میں حدیث کے مطابق عمل کرتے یا دیگر مذاہب کو ترجیح دیتے۔ مثلاً وہ امام کی اقتداء میں اور نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے"

ان کے بعد شاہ ولی اللہ نے حریتِ فکر کے لئے جس حکمت عملی سے اپنے مشن کو چلایا، اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔ چنانچہ عقد الجید اور الانصاف ایسے رسائل کے علاوہ حجۃ اللہ لکھ کر جحت تمام کردی اور اصول فقہ میں شافعی اصول کو پسند فرمایا اور معاشرہ کی اصلاح کے لئے ھمعات وغیرہ کتابیں تالیف کیں۔ الغرض ان حالات میں حسبِ ضرورت اوزار تیار کئے کہ مخالفین ملال ہو کر رہ گئے۔

شاہ صاحب کے بعد شاہ اسماعیل شہید نے اس مشن کی تکمیل و تجدید کے لئے تبلیغ و مواعظ کا

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

سلسلہ جاری کیا اور تالیفات بھی شائع کیں۔ تنویر العینین اور ایضاح الحق الصریح وغیرہ جیسی کتب میں احیاء سنن اور ردبدعت پر زور دیا اور ان کے ساتھ مولانا ولایت علی صادق پوری اور دیگر اصحاب نے بھی رد تقلید اور عمل بالحدیث پر اس شدت سے زور دیا کہ تحریک اہل حدیث کے لئے زمین ہموار ہوگئی۔ مولانا ولایت علی کے تذکرہ میں ہم بتا چکے ہیں کہ انہوں نے "عمل بالسنۃ" کا جذبہ شاہ شہید سے اخذ کیا اور پھر علامہ شوکانی سے تلمذ نے اس کو دو آتشہ کر دیا۔ ان علماء کے پیش نظر توحید و سنت کی اشاعت اور تقلید و بدعات اور رسومِ شرکیہ کا رد تھا تاکہ اسلامی معاشرہ قائم کیا جاسکے۔

حضرت مولانا فیاض علی جعفری بہاری جو علوم و معارف میں شہرہ آفاق تھے، ۱۲۷۲ھ کو جب افغانستان سے اپنے وطن عظیم آباد لوٹ رہے تھے تو دہلی میں لوگوں نے آپ سے چند سوالات کئے۔ اہل دہلی نے وہ جوابات "فیض الفیوض" کے نام سے شائع کر دیئے۔ اصل رسالہ فارسی زبان میں ہے۔

اہل دہلی کا سوال تھا کہ عام طور پر مشہور ہے کہ اجتہاد مطلق ائمہ اربعہ پر ختم ہو چکا ہے اور علامہ نسفی پر اجتہاد فی المذہب بھی اختتام پذیر ہے۔ اب اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ تقلید سے چارہ کار نہیں ہے۔ مولانا بہاری نے دلائل سے پُرزور اس نظریہ کی تردید کی اور فرمایا یہ نظریہ بلادلیل ہے اور فرمانے لگے کہ ائمہ اربعہ کے بعد بھی مجتہد ہوتے ہیں اور اس سلسلہ میں ابوثور، امام بخاری، داؤد ظاہری، ابوجعفر طبری، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز اور شاہ اسماعیل شہید کے نام لئے کہ یہ تمام حضرات اجتہاد مطلق میں کامل تھے اور اس جماعت کا اصول تھا کہ امام کا قول حدیثِ غیر منسوخ کے خلاف ہو تو اسے رد کردیا جائے اور حدیث پر عمل کیا جائے۔ اسی اصول پر مولانا ولایت علی زور دیتے۔ اس سلسلے میں انہوں نے فتوحاتِ مکیہ، مشارق الانوار القدسیہ، جامع الفوائد اور فتوح الغیب وغیرہ کے حوالے دیئے ہیں۔

حضرت میاں صاحب بھی اسی درس گاہ کے تربیت یافتہ تھے اور پھر اسی مسند علم کے وارث ہوئے تھے۔ حضرت کے سامنے مولانا ولایت علی مرحوم اور شاہ اسماعیل شہید کے کارنامے تھے اور اسی نظریہ کی تکمیل و تجدید میں اپنی نجات سمجھتے تھے اور طالب علمی کے دور سے ہی آپ عمل بالسنۃ کی طرف مائل تھے چنانچہ مشہور ہے کہ شاہ محمد اسحٰق دہلوی نے آپ کو فتاوی کے جوابات لکھنے کو دیئے اور وہ جوابات جب شاہ اسحٰق صاحب نے ملاحظہ فرمائے تو اپنے ہونہار شاگرد کو داد دیتے ہوئے اور ہمت افزائی کرتے ہوئے فرمایا:

"اس لڑکے سے وہابیت کی بو آتی ہے"

مولانا محترم کے یہ الفاظ نہایت ہی معنی خیز تھے کیونکہ اس سے کچھ عرصہ قبل شاہ شہید کو بھی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مخالفین نے رفع الیدین اور آمین بالجہر پر وہابی کے خطاب سے نواز دیا تھا گویا استاذ محترم کا سعادت مند تلمیذ کو وہابی کہنا نہ صرف لیاقت اور قابلیت کی لاجواب سند تھی بلکہ دین کی عظیم الشان خدمت سرانجام دینے کی قطعی پیش گوئی تھی ﴿ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ﴾

چنانچہ حضرت میاں صاحب نے اس مسند پر جلوہ افروز ہوتے ہی درسِ کتاب و سنت پر ہی کفایت نہیں کی۔ نہ ہی حلقہ تلامذہ پر قناعت کی بلکہ ہندوستان بھر میں اپنے طرز عمل سے ایک سوادِ اعظم کو قولاً، و عملاً اور عقیدۃً اہل حدیث بنا دیا اور آج پاک و ہند میں جو حدیث نبوی کا چرچا ہے اور تحریکِ اہل حدیث اپنے مقاصد میں کامیاب نظر آرہی ہے تو یہ سارا کچھ اس ایک ہی شخصیت کا فیض عمل ہے جو شاہ شہید کے مشن کی تکمیل و تجدید بھی ہے۔

پھر جب حضرت شاہ شہید کی کتابوں پر رد لکھے گئے اور شاہ محمد پٹنی نے تنویر الحق کے نام سے تنویر العینین کی تردید شائع کی تو حضرت میاں صاحب بھی جلال میں آگئے اور معیارُ الحق لکھ کر علمی انداز میں امام ابوحنیفہ کی تابعیت سے لے کر ردِّ تقلید اور دیگر مسائلِ مہمہ کی تحقیق شائع کی تو مخالفین گنگ ہو کر رہ گئے اور آج تک اہل حدیث اسی معیار الحق کی طرز پر اپنے مشن کو چلا رہے ہیں اور مخالفین کے الزامات کی بجائے علمی انداز تحقیق اختیار کرلیا ہے۔ ضرورت ہے کہ معیار الحق کو تصحیح و تحقیق کے ساتھ اب دوبارہ شائع کیا جائے۔

مباحثِ معیار الحق کا خلاصہ

مولانا عبدالمالک آروی لکھتے ہیں:

> "اس کتاب میں حدیث و فقہ کے ایسے ایسے مسائل بیان کئے گئے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے تعجب آتا ہے کہ ایک ہی شخص بیک وقت اتنا بڑا محدثِ جلیل بھی ہو اور فقیہِ بے بدل بھی۔ محدثین اور فقہاء کے بے شمار اختلافی مسائل اور خیالات پر عالمانہ تنقیح کی گئی ہے۔ عزالدین بن عبدالسلام، عبدالوہاب شعرانی، ابن الہمام، علامہ ابن الحاج ابنِ حاجب، قاضی عضدالدین شافعی، محب اللہ بہاری، مولانا بحرالعلوم فاضل قندھاری، شامی عابد سندھی، ابن حزم، شاہ ولی اللہ، شیخ عبدالحق، ملّا علی قاری، شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ، امام طرسوسی، قاضی ابوعاصم عامری وغیرہ سے استشہاد کیا گیا ہے اور تمام مباحث اس انداز سے درج ہیں گویا مصنف علم کے دریا میں شناوری کر رہا ہے۔"

شاہ شہید کے طریق کار پر عمل کرتے ہوئے حضرت میاں صاحب نے تبرکاتِ شاہ کو مصنوعی قرار دیا اور شاہ شہید کے عمل بالحدیث سے جو شورش پیدا ہوگئی تھی، حضرت میاں صاحب کی مساعی سے لوگ عمل بالسنۃ سے مانوس نظر آنے لگ گئے۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حضرت شاہ شہید نے حجۃ اللہ پر عمل کرنے کے لئے ایک جماعت بھی تیار کی جو رفع الیدین، آمین بالجہر وغیرہ ایسی سنن پر عمل کرتی اور علاوہ ازیں تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شروع کردیا تھا۔ چنانچہ تنویر العینین اور ایضاح الحق الصریح اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ پھر معاشرہ کی اصلاح کے لئے تقویۃ الایمان جیسی کتاب تالیف کی اور بتایا کہ جو معاشرہ بدعات و رسومِ شرکیہ سے مبرّا نہ ہو' اس کو مہذب اسلامی معاشرہ نہیں کہہ سکتے خواہ وہ ظاہری لحاظ سے کتنا ہی دلآویز اور شاندار نظر آتا ہو۔ اس کتاب کی قدروقیمت جاننے والوں نے اس کی شان میں بہت کچھ کہا ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں۔

مگر تقلیدِ جامد کے حامیوں نے حضرت شاہ شہید کی ان اصلاحی کوششوں کو اپنے لئے مضرت رساں خیال کیا اور شاہ شہید کی ان کتابوں کی تردید میں دفتر سیاہ کرنے شروع کردیئے۔ چنانچہ کسی عالم نے تنویر الحق کتاب شائع کی اور اس طرح کچھ دوسری کتابیں لکھی گئیں جو فقہ حنفی کی تائید میں عمل بالحدیث کی تردید پر مشتمل تھیں چنانچہ یہ دیکھ کر حضرت میاں صاحب از خود شاہ شہید کی کتابوں سے دفاع کے لئے کھڑے ہوگئے اور معیار الحق لکھ کر ہمیشہ کے لئے اس قصہ کو پاک کردیا حضرت میاں صاحب کے پیش نظر دو ہی مقصد تھے۔

(۱) عمل بالحدیث کی اشاعت اور ردّ بدعات (۲) اجتہاد کی ضرورت اور رد تقلید

چنانچہ ان مقاصد کی تکمیل میں کامیاب رہے اور اپنے مشن کو تلامذہ کے سپرد کرگئے۔ الحیاۃ بعد المماۃ کے ضمیمہ میں کتبِ اصول فقہ سے اقتباسات میں یہ بات ثابت کردی گئی ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ جیسا کہ مقلدین حنفیہ نے مشہور کر رکھا ہے۔ چنانچہ علامہ بحرالعلوم شرح مسلّم الثبوت میں لکھتے ہیں:

> "اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اجتہادِ مطلق ائمہ اربعہ پر ختم ہوگیا ہے یہ ان کی بڑ ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں لاسکتے..... اور اجماع کا دعویٰ تو سرے سے غلط ہے کیونکہ اس پر نہ اجماعِ بسیط ہے اور نہ مرکب"

اور یہی بات مولانا عبدالحی لکھنوی نے اپنے رسائل میں تحریر کی ہے کہ اجتہاد کا دروازہ ائمہ اربعہ کے بعد بند نہیں ہوا۔ "حیات امام ابو حنیفہ" کے حواشی میں (ع ج) نے رسائلِ ستہ اور الفوائدالبہیہ کی تعلیقات سے لکھا ہے (ص۲۵۔۲۶،۲۷) جو نقل در نقل ہوتا چلا آرہا ہے۔

(۲) معیارالحق میں حضرت میاں صاحب مرحوم نے تقلید پر بحث کے ضمن میں تقلید کی چار اقسام بیان کی ہیں جن میں سے قسمِ ثانی (تقلید مباح) کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت میاں صاحب کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

> "شیخ نے ۱۲۹۶ میں ایک استفتاء کے جواب میں ایک تحریر لکھی جس کا نام "ثبوتِ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

الحق الحقیق" ہے۔ جس میں لکھتے ہیں کہ قسم ثانی تقلید جس کو میں نے معیار الحق میں مباح لکھا ہے، اس پر نظرثانی کی ضرورت ہے کیونکہ اباحت حکم شرعی ہے لہٰذا تقلید تکلیفاتِ شرعیہ میں داخل نہ ہوئی.....تو لامحالہ بدعت ہوگی اس لئے ملا عبدالعظیم بن فروخ مکی نے قول سدید میں لکھا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے کسی کو حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہونے کا مکلف نہیں بنایا بلکہ محمد ﷺ کی رسالت اور شریعت پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے"

حضرت میاں صاحب کا یہ دوسرا قول اَقرب الی الصواب ہے اور امام شوکانی و دیگر محققین نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ تقلید نے تحزّب کو جنم دیا ہے اور وحدتِ ملت کو پارہ پارہ کردیا ہے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے صحیح لکھا ہے کہ اللہ کے دین میں کسی کی تقلید جائز نہیں ہے کیونکہ مفتی شارع نہیں ہے بلکہ ناقل ہے۔

وحدۃُ الوجود کا الزام

بعض علماء جو شاہ ولی اللہ تحریک کے حامی ہیں، انہوں نے حضرت میاں صاحب پر محض اہل حدیث ہونے کی وجہ سے مختلف طریقوں سے مخالفت کی اور آپ پر الزامات لگانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آپ پر الزام دیا کہ حضرت شاہ اسحٰق صاحب کے تلمیذ نہیں ہیں اور نہ ہی مولانا ممدوح نے آپ کو سند حدیث دی ہے۔ یہ علماء شاہ اسحٰق صاحب کی مسند نشینی کو دہلی کی بجائے دیوبند لے جاتے ہیں اور دہلی میں مسند نشینی کے مسئلہ سے پہلو تہی کر جاتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے حضرت پر ایک فرنگی عورت کو پناہ دینے پر مختلف شوشے چھوڑے ہیں حالانکہ یہ انسانی ہمدردی کے اسلامی اصول کے تحت تھی جو آج بھی ایک عالمگیر اصول ہے۔ ان لوگوں نے آپ پر جہاد کے فتویٰ پر دستخط نہ کرنے کا الزام بھی لگایا ہے۔ چنانچہ ان تمام امور پر ہم نے اپنے مقالہ میں بحث کی ہے اور مولانا سندھی نے سب سے بڑا یہ الزام لگایا کہ سید صاحب نظریہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے چنانچہ سید صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

"غزوۂ دہلی (۱۸۵۷ء) کے بعد اگرچہ بہ ضرورت نجدی تحریک اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی طرف میلان ظاہر کرتے رہتے مگر فتاویٰ عالمگیری اور ہدایہ کی تدریس کا مشغلہ اور وحدۃ الوجود کا فلسفہ، ان کی پرانی ذہنیت کا عنوان آخر تک قائم رہا"

حضرت میاں صاحب کے فتاویٰ (بعد از ۱۸۵۷ء) پر نظر ڈالی جائے تو فتاویٰ عالمگیری کے مشغلہ کا دعویٰ تو از خود ختم ہوجاتا ہے۔ یہ فتاویٰ عالمگیری کا طعن دینے والے اگر معیار الحق اور اس کی تالیف کے بعد کے فتاویٰ پر نظر ڈال لیتے تو اس طعن کی جرأت نہ کرتے۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

راقم الحروف کی پُرزور رائے یہی ہے' جماعت اہل حدیث اگر اپنے مسلک کی خدمت کرنا چاہتی ہے تو سید نذیر حسین کو عنوان بنائے۔ حضرت میاں صاحب پر ایک جامع سیرت شائع کرے جو حضرت کی زندگی کے جملہ پہلوؤں پر حاوی ہو اور معیار الحق کو دوبارہ کامل بلکہ اکمل صورت میں شائع کرے۔

اب ہم حضرت میاں صاحب کے شمس العلماء کے خطاب، سفرِحج اور تحریک جہاد میں حضرت صاحب کی مساعی کو قارئین کے سامنے رکھتے ہیں۔ اللہ الموفق!! (وحدۃ الوجود کے الزام پر ایک مستقل مقالہ درکار ہے)

آثارِ علمیہ

حضرت میاں صاحب کو تدریسی مشاغل سے بہت کم فرصت ملی ہے، اس لئے گو تالیفی کام کی طرف توجہ نہیں دے سکے مگر پھر بھی آپ کے قلمی افاضات پر نظر ڈالی جائے تو ضرورت کے لحاظ سے بہت کافی نظر آتے ہیں اور ان تمام کا تعلق مسلک کے دفاع اور عمل بالسنۃ کی تحریک کے ساتھ ہے:

(۱) "معیار الحق" جو تنویرُ الحق کا جواب ہے۔

(۲) رسائل: واقعۃ الفتوی، ثبوت الحقّ الحقیق، فلاح الولی، الدلیل المحکم علی نفی اثر القدم

(۳) فتاویٰ جات: مولانا شمس الحق محدث عظیم آبادی لکھتے ہیں:

کچھ فتاویٰ رسائل کی شکل میں ہیں جو دو سو کے قریب ہیں اور متوسط اور مختصر۔ اگر سب کو جمع کر دیا جائے تو تقریباً دس ضخیم جلدیں بن جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں ایسے مضامین جو حوادث و نوازل کے ضمن میں لکھے گئے ہیں وہ غیر محصور ہیں۔ مولانا شمس الحق کا یہ اندازہ ۱۳۰۴ھ کا ہے جبکہ اس کے بعد حضرت صاحب پورے سولہ سال زندہ رہے ہیں اور تدریس و افادہ اور تربیت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں۔

شمسُ العلماء کا خطاب

جو لوگ حضرت میاں صاحب کے مسلکاً مخالف تھے' انہوں نے میاں صاحب پر یہ بھی طعن کیا کہ آپ برٹش گورنمنٹ کے وفادار تھے اور اس وفاداری کے صلہ میں آپ کو شمسُ العلماء کا خطاب ملا تھا۔ اِن مخالفین میں مولوی ذکاء اللہ اور دوسرے مقالہ نگار حضرات نے رنگ آمیز باتیں کرکے بہت سے اوراق سیاہ کئے ہیں۔ اِن کے جواب میں ہم تو صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس خطاب یافتہ ہونے میں حضرت میاں صاحب منفرد نہ تھے بلکہ اس دور میں بہت سے علماء اور ممتاز لوگوں کو اس قسم کے خطابات سے نوازا گیا تھا اور یہ برٹش گورنمنٹ آف انڈیا کی ڈپلومیسی کا ایک حصہ تھا اور جن علماء کو یہ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

خطابات دیئے گئے تھے، وہ بھی اس سے بے خبر نہ تھے گو اس سیاسی ڈرامہ میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور خوشی کا اظہار بھی کیا۔

مولانا شبلی نعمانی ہی کو لیجئے کہ وہ اس دور میں ایک پُرجوش نوجوان عالم تھے اور سرسید احمد خان کے رفقاء میں شامل ہو کر قومی کردار ادا کر رہے تھے۔ علی گڑھ کالج کے لسانُ الرجال بنے ہوئے تھے' ان کو سرسید احمد خاں کی تجویز و سفارش پر جب یہ خطاب ملا تو انہوں نے نہایت خوشی کا اظہار کیا اور کالج کے لئے اشتہار کا ذریعہ بنایا، چنانچہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"مولانا کو شمسُ العلماء کا خطاب ملنا کوئی اہم واقعہ نہ تھا جس کا خاص طور سے ذکر کیا جاتا لیکن چونکہ سرسید کے کالج میں اس کے پروفیسر کو سرکاری خطاب ملنے کا پہلا واقعہ تھا اور سرسید کے رفقاء میں اس کی پہلی نظیر تھی اس لئے اس سے اپنے مقاصد کے لئے اشتہار کا کام لیا گیا"

اس سے ظاہر ہے کہ یہ ساری خوشی استقبالئے اور جلسے صرف کالج کے مفاد کی خاطر ترتیب دیئے گئے تھے اور ان جلسوں میں مولانا شبلی نے انگریز گورنمنٹ کی جو تعریف کی اور اس کی حسنِ انتظام کو بنظر استحسان دیکھا تو سب کچھ کالج کے لئے کچھ مفاد حاصل کرنے کے لئے تھا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ سرسید احمد خان مرحوم کے ایماء پر کیا گیا' ورنہ شبلی مرحوم حقیقت سے آگاہ تھے چنانچہ سید سلیمان ندوی جلسے کے کاروائی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سب سے اخیر میں مولانا کھڑے ہوئے اور سب کے جواب میں شکریہ آمیز تقریر فرمائی۔ اس تقریر پر اس حیثیت سے نظر رہے کہ بادۂ مدح و توصیف کے اتنے پے در پے پیالوں کے بعد بھی ان کا دماغ بَرجَا ہے اور اس شاہی خطاب کی وہ وہی حقیقت سمجھتے ہیں جو اس کی حقیقت ہے"

اب مولانا شبلی مرحوم کی تقریر کا اقتباس پڑھیے، وہ فرماتے ہیں:

"اے حضرات! اگرچہ میں انگریزی گورنمنٹ کی نہایت قدر اور عزت کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اس کے تمام احکام اور قاعدے سیاست اور انتظام کے اعلیٰ اصول پر مبنی ہیں اور اس بنا پر اس خطاب کی بھی جو گورنمنٹ نے مہربانی سے مجھ کو عطا کیا ہے، نہایت قدر و منزلت کرتا ہوں لیکن میں آپ کو کافی یقین دلاتا ہوں کہ میں اس خطاب کی جو قوم کی طرف سے دیا جائے، گورنمنٹ کے خطاب سے کم عزت نہیں کرتا" (۳۵)

"حضرات! اگرچہ کسی ایسے شخص کو جو علم کی خدمت کرنا چاہتا ہے کسی قسم کے خطاب کی خواہش کرنا یا خطابات کو اپنی خدمت کا صلہ سمجھنا ایک قسم کی تنگ حوصلگی ہے......" (۳۵)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مولانا شبلی کے اس عطائے خطاب پر پسندیدگی کا اظہار کیا گیا۔ اخبارات نے مضامین لکھے اور اکثر بزرگانِ قوم نے بذریعہ خط مولانا کو مبارکباد دی لیکن مولانا شبلی نے ان سب کے جواب میں جو شکریہ آمیز تحریر شائع کی اس میں مولانا شبلی نے پھر اپنے الفاظ کا اعادہ کیا اور لکھا:

"مسلمانوں کے عہد حکومت میں اور آج بھی جہاں اسلامی حکومت ہے وہاں کی حکومت کے عطا کردہ خطابات سے قومی خطابات کی عزت زیادہ کی جاتی ہے" (حیاتِ شبلی" ص ۳۶۱)

مندرجہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہے کہ (بقول سید صاحب) اس پورے سیاسی ڈرامہ میں جو اسٹیجوں پر کھیلا گیا، مولانا شبلی کی نظر حقیقت کی بلند سطح سے نیچے نہیں اتری۔

حضرت میاں صاحب طبعاً ہی اس قسم کی دلچسپیوں سے متنفر تھے چنانچہ صاحبُ الحیاۃ بعد المماۃ لکھتے ہیں:

"جن لوگوں کو شیخ کے دیکھنے اور کچھ دنوں بھی ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہے' وہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ عموماً خطاب پانے والے، خطاب کے لئے جو کچھ کوششیں کرتے ہیں، آپ کی طبیعت میں بالفطرہ اس کا مادہ نہ تھا' وہ تدیّن، زہد و تقویٰ اور درویشی میں جس طرح ثابت قدم اور مستقیم الحال تھے، ویسے ہی ان امور کی جانب سے نہایت ہی لاابالی اور بے پرواہ تھے"

حضرت میاں صاحب کی طبیعت کا یہ صحیح تجزیہ ہے۔ آپ نے اس خطاب کے لئے کوشش تو کیا کرنا تھا' جب لوگ اس خطاب و خلعت کے بعد آپ سے ملے تو حضرت نے اس وقت کے سیاسی حالات کے پیش نظر صرف یہی فرمایا:

"ہم غریب آدمی خلعت و خطاب لے کر کیا کریں گے' خلعتِ خطاب تو بڑے آدمیوں کو ملنا چاہیے ہم کو دنیا لاحاصل ہے"

پھر کچھ گفت و شنید کے بعد آپ نے اسی قدر فرمایا:

"اچھا صاحب! آپ حاکم ہیں جو چاہیں کہیں" (۳۶)

اب اس گفتگو سے قارئین خود ہی اندازہ لگائیں کہ ان الفاظ میں وفاداری یا خوشنودی کا اظہار ہے یا کراہت و نفرت کا، پھر جب کبھی حضرت میاں صاحب کے سامنے اس خطاب کا تذکرہ ہوتا تو آپ سادگی سے فرماتے:

"میاں خطاب سے کیا ہوتا ہے ہمارے لئے تو پورا خطاب قرآن مجید میں ﴿ حنیفا مسلما ﴾ کا موجود ہے۔ دنیا کو خطاب سلاطین سے ملا کرتا ہے، مجھے تو کوئی نذیر کہے تو کیا اور شمسُ العلماء کہے تو کیا' میں نہایت خوش ہوں کہ ہر ایک میاں صاحب کہتا ہے"

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"بھائی سادات کے لئے پیارا لفظ اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس لفظ کی برکات سے میری درویشانہ طرز میں فرق نہ آئے تو بس یہی خدا کا فضل ہے"

پھر جب یہ خطاب مشہور ہوا تو رسالہ "دلگداز" کے ایڈیٹر نے اس پر مضمون لکھا جس کا حاصل یہ تھا:

"مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی مدظلہ کی عزت افزائی تو اس خطاب سے ہو ہی نہیں سکتی لیکن اس خطاب کو عزت اور شرف اس نام کی برکت سے ضرور حاصل ہوا ہے"

اب ان حقائق کی روشنی میں قارئین خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ یہ خطاب کس وفاداری کا صلہ تھا اور کون سی خدمات کا بدلہ ظاہر ہے کہ اس نوع کی کوئی چیز نہ تھی بلکہ گورنمنٹ انڈیا اپنی حکمتِ عملی اور ڈپلومیسی سے اس قسم کے حربے استعمال کر رہی تھی تاکہ ممتاز اور اہل علم لوگوں پر قابو پایا جاسکے مگر حضرت میاں صاحب نے "ہم کو دنیا لاحاصل ہے" کے جملہ سے گورنمنٹ کو متنبہ کردیا تھا کہ یہ امید نہ رکھیں کہ اس قسم کے خطابات سے خریدا جاسکتا ہے۔گویا حضرت میاں صاحب اپنے طرز عمل سے اس خطاب کو ٹھکرا رہے ہیں اور اگر صریح لفظوں میں اس سے انکار نہیں کیاتو یہ اس وقت کی سیاسی فضا کی مصلحت تھی۔ چنانچہ دیکھتے ہیں کہ اس دور میں اہل حدیث گورنمنٹ کی نظر میں سخت معتوب رہ چکے تھے اور وہابی اور باغی کے الفاظ مترادف بن چکے تھے اور بغاوت کے الزام میں وہابیوں پر کئی ایک مقدمات چل چکے تھے اور بہت سے علماء سزایاب بھی ہوچکے تھے۔ ادھر معاندین کی اشتعال انگیزیوں کی وجہ سے حنفی عوام برابر اس موقع کی تاک میں رہتے تھے کہ کہیں موقع ملے تو وہابیوں پر بغاوت اور بدخواہی کا الزام لگا کر انگریز افسروں کو ان کے خلاف بھڑکایا جائے۔ خود حضرت میاں صاحب ایک مقدمہ کے سلسلہ میں گرفتار ہو کر تقریباً ایک سال تک جیل میں نظربند رہ چکے تھے جس کا ذکر سیاسی زندگی میں آرہا ہے۔ اس طرح خطرہ تھا کہ جماعت اہلحدیث پر پھر مصیبت و ابتلاء کا دور شروع نہ ہوجائے یہ مصلحت تھی جس کی وجہ سے میاں صاحب نے اغماض سے کام لیا اور پھر مولانا شبلی نعمانی کے علاوہ جن علماء کو اس خطاب سے نوازا گیا، ان میں شمس العلماء مولانا عبدالحق خیر آبادی صاحب (خلف فضل حق خیر آبادی) شمس العلماء مولانا حافظ نذیر احمد صاحب، شمس العلماء سید احمد صاحب دہلوی، امام جامع مسجد دہلی وغیرہ حضرات بھی شامل تھے۔ ان میں بعض حضرات نے تو یہ خطاب درخواستیں گذار کر حاصل کیا اور بعض صاحبِ بخت ایسے بھی ہیں جو اس خطاب کو حاصل کرنے کے لئے شاہی دربار میں حاضر ہوتے اور انگریز حکومت کے لئے دعائیں کیں اور ان کی وفا کا اعلان کیا جس کا اندازہ مولانا شبلی نعمانی کے بیانات سے ہوسکتا ہے۔ (۳۷)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

یہاں پر ہم نے مختصر طور پر یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ حضرت میاں صاحب پر یہ طعن "رمتنی بدائہا وانسلّت" والا معاملہ ہے، یہ لوگ دراصل اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے ایسا کر رہے ہیں۔ ورنہ میاں صاحب کا ردِّ عمل ان کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

حضرت میاں صاحب کا سفرِ حج

حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب دہلوی مرحوم کی ہجرت کے بعد حضرت میاں صاحب کو ان کی جانشینی کا شرف حاصل ہوا۔ محرم ۱۲۵۹ھ (بمطابق فروری ۱۸۴۳ء) سے حضرت میاں صاحب نے مستقل طور پر درسِ حدیث کا سلسلہ شروع کردیا۔ تقریباً چالیس سال یہ خدمت سرانجام دینے کے بعد ۱۳۰۰ھ میں آپ کو زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت حاصل کرنے کا شوق دامن گیر ہوا لیکن حضرت میاں صاحب کے سفرِ حج کی خبر مشہور ہوئی تو بدعات کی خانقاہوں اور تقلید کے ایوانوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت کا یہ سفر مخالفین کے لئے موت سے کم نہ تھا۔

اہل تقلید و بدعت نے حضرت میاں صاحب کی ایذا رسانی کے منصوبے بنائے بلکہ یہ دونوں گروہ حضرت میاں صاحب کی زندگی ختم کردینے کے درپے ہوگئے، چنانچہ تقلید و بدعت کے اس متحدہ گٹھ جوڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا آزاد لکھتے ہیں:

> "ہندوستان میں چونکہ تقلید و عدم تقلید کا فتنہ زور پر تھا اور مولانا نذیر حسین (میاں صاحب) غیر مقلدین کے سب سے بڑے امام سمجھے جاتے تھے، اس لئے فوراً مکے میں اطلاع دے دی گئی کہ وہابیہ کا سب سے بڑا سرغنہ آرہا ہے۔ اگر یہاں کوئی کاروائی نہ کی گئی تو اس بات کو وہابی، حجاز میں اپنی فتح سے تعبیر کریں گے اور عوام میں اس سے بہت بڑا فتنہ واقع ہوگا" (۳۸)

اہل تقلید نے اس سے پیشتر ہی تحریکِ اہل حدیث (تحریکِ وہابیت) کے خلاف فضا کو مسموم کر رکھا تھا اور ہم دیکھتے ہیں کہ اہل تقلید نے اس تحریک کے خلاف منافرت پھیلانے کے لئے بہت سے کتابچوں کی نشرواشاعت کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا اور تحریکِ جہاد اور تحریکِ اہل حدیث کا فورم چونکہ ایک ہی خمیر سے اُبھر رہا تھا، اس لئے مخالفین تحریکِ اہلحدیث کو بھی تحریکِ وہابیت کا نام دیتے اور مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے چنانچہ ان کتابچوں میں ایک انتہائی زہریلا رسالہ وہ ہے جو مولانا محمد لدھیانوی نے اہلحدیث کی مخالفت میں لکھا اور عظیم آباد پٹنہ پہنچ کر اسے شائع کیا اور منافرت کی آگ بھڑکادی۔

لدھیانہ کے اس خاندان کو ہمیشہ سے یہ شرف حاصل رہا ہے کہ وہ اہلحدیث کی مخالفت کی ہمیشہ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

پیش پیش رہے ہیں۔ اس رسالہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد حسین بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں لکھتے ہیں:

"لدھیانہ کے ایک مولوی نے صوبہ بہار پہنچ کر اہلحدیث کو مسجدوں سے نکالنے میں بہت زور لگایا اور اس مضمون کا ایک رسالہ جس کا نام نامی (انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد) ہے، عظیم آباد پٹنہ میں چھپوا کر مشتہر کیا، اِس میں آپ نے اہلحدیث کو قتل کر ڈالنے کا فتویٰ دیا ہے" (۳۹)

الغرض جب حضرت میاں صاحب نے سفرحج کی تیاری شروع کی تو مخالفین بھی میاں صاحب کے خلاف مسلح ہوکر میدان میں اتر آئے اور اہلحدیث کی طرف جھوٹے عقائد اور غلط مسائل منسوب کرنے اور ان کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ جامع الشواھد نامی رسالہ ترتیب دیا گیا جس پر بہت سے علماء نے دستخط کیے، اس رسالہ کے ص۱۱ پر علمائے دیو بند کے دستخطوں کے ساتھ مرقوم ہے۔

"عقائد اس جماعت کے جب خلاف جمہور ہیں تو بدعتی ہونا ظاہر ہے اور مثل تجسیم اور تحلیل چار سے زیادہ ازواج کے اور تجویز تقیہ، اور برا کہنا سلف صالحین کو فسق یا کفر کے ساتھ تو اب نماز، نکاح اور ذبیحہ میں ان سے احتیاط چاہیے"

(۱) حرّرہ محمد یعقوب النانوتوی عفی عنہ ابن الشیخ مولانا مملوک علی النانوتوی ۱۳۰۲ھ
(۲) رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۱۳۲۳ھ
(۳) محمد محمود دیوبندی عفی عنہ
(۴) محمود حسن عفی عنہ ۱۳۳۹ھ
(۵) ابوالخیرات سید احمد عفی عنہ

اور مولانا محمد لدھیانوی کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

"پس جبکہ روکنا مسجد سے بسبب موجود ہونے ایک امر کے امورِ مذکورہ سے، درست ہوا تو غیر مقلدوں کو جو جامعِ امورِ مذکورہ ہیں، نکالنا بطریقِ اولی درست ہوا اور بسببِ طوق امر باطنی کے جو جُذام سے بڑھ کر ہے اور مساجد میں ان کے آنے سے فتنہ و فساد بپا ہوتا ہے..... باقی تحقیق اس مسئلہ کی رسالہ انتظام المساجد میں، جو اس عاجز کی تالیف ہے، موجود ہے۔"

حزم واحتیاط اور فراستِ مومن کا مظاہرہ

ان حالات میں حضرت میاں صاحب کو خطرہ محسوس ہوا اور بالکل بجا محسوس ہوا کہ جب

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اندرونِ ملک اور اِن لوگوں کی فتنہ سامانیوں اور شرانگیزیوں کا یہ حال ہے تو عین ممکن ہے کہ سفرِ حج کے اس موقع پر بھی یہ لوگ شرارت کریں اور حجاز کی حنفی حکومت کو میرے خلاف بھڑکا کر مجھے نقصان پہنچانے کی کوششوں میں مصروفِ کار ہوں خصوصاً جبکہ بعض معتبر حجاج کی زبان سے بھی ایسی دھمکیاں سُن چکے تھے خصوصاً حجاز میں مولوی رحمت اللہ کیرانوی جیسے متعصب شخص کی موجودگی حجاج کی اس روایت کو تقویت پہنچا رہی تھی جو ۱۸۵۷ء کے بعد سے وہاں مقیم تھے۔ چنانچہ مولانا بٹالوی ہی رقم طراز ہیں:

"تھوڑا عرصہ ہوا کہ مکہ میں بعض لوگ بارادہ حج پہنچے تو اس (مولوی رحمت اللہ کیرانوی) کی زبان سے یہ بات سن آئے ہیں کہ اگر مولوی نذیر حسین ایک دفعہ یہاں آجائے پھر جان سلامت نہ لیجاوے، یہ بات مجھے ایسے شخص سے پہنچی ہے جس کو ولی مادر زاد کہہ سکتا ہوں اور میں خود بھی جب مکہ میں مقیم تھا تو مولوی رحمت اللہ کی زبان سے مولانا ممدوح کے حق میں مغلظ دشنام سُن چکا تھا۔ اسی دن سے میں نے مکہ سے کوچ کرنے کا قصد کیا ورنہ میں حج کے بعد سال بھر کا ارادہ قیام رکھتا تھا" (۴۰)

الغرض حالات کی خطرناکی حضرت میاں صاحب کی نگاہوں کے سامنے تھی کیا یہ ضروری نہ تھا کہ حضرت صاحب اپنی حفاظت کے لئے مناسب تدابیر اختیار کرنے اور حجاز کی حکومت کے دباؤ سے بچنے کے لئے وقت کی حکومت سے تعاون طلب کرتے جو عین اخلاق کے مطابق تھا۔ چنانچہ آپ نے حفظِ ماتقدم کے طور پر انگریز کمشنر سے ایک تحریر لے لی کہ کسی بھی برطانوی افسر سے اگر آپ بوقتِ ضرورت تعاون کے خواہشمند ہوں تو وہ آپ سے تعاون کرے اور یہ چٹھی ۱۰۔ اگست کو تحریر کی گئی۔

ایک دوسری چٹھی مسٹر لینؔ سے لی جو جدہ میں مقیم برطانوی سفارت کے نام تھی۔

دہلی سے روانگی اور مخالفین کی سازشیں

سفرِ حج کی تفصیلات رسالہ اشاعۃُ السنہ، جلد ششم، الحیاۃ بعد المماۃ اور "مولانا آزاد کی کہانی اُن کی اپنی زبانی" میں مذکور ہیں مگر اصل مآخذ رسالہ اشاعۃ السنہ اور الحیاۃ بعد المماۃ ہی ہیں چنانچہ ہم ان دونوں کتابوں سے تہذیب و تنقیح کے بعد اسے پیش کرتے ہیں۔ مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

"چنانچہ حضرت میاں صاحب ضروری انتظامات کے بعد دہلی سے روانہ ہوئے تو مولانا ممدوح کے حریفوں نے چند اشخاص کو مختلف مواضع (پنجاب، دیوبند، دہلی، بدایوں وغیرہ) سے اسی گلابی چو ورقہ رسالہ کے ساتھ روانہ کردیا (۴۱) مولانا بٹالوی کے الفاظ میں "پہلے تو یاروں نے بمبئی پہنچ کر مولانا ممدوح پر وار کرنا چاہا اور چند علماء بمبئی کو اپنے ساتھ ملا کر اس گلابی چو ورقہ کے سوالات میں کچھ اور کفریات بڑھا کر مولانا ممدوح کے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

سامنے پیش کیا جس سے مقصود ان حضرات کا صرف یہ تھا کہ ان سوالات سراسر افتراء ات کو سن کر مولانا ممدوح اور آپ کے رفقاء کو خواہ مخواہ طیش و جوش آئے گا اور اس سے معاملہ طول پکڑے گا۔

مگر مولانا ممدوح ان کی غرض کو تاڑ گئے اور سوالات سن کر صاف فرما دیا کہ یہ سب باتیں مجھ پر بہتان ہیں اور ان کے معتقد کو کافر جانتا ہوں۔ مگر معاندین نے اشتعال انگیزی اور منافرت کی آگ کو اور زیادہ بھڑکانے کی کوشش کی اور اس چو ورقہ رسالہ کے علاوہ اشتہار بازی کے سلسلہ میں بھی اضافہ کردیا بمبئی کے علماء اور اخبارات کو بھی اس مہم میں شریک کر لیا۔ مولانا خلیل الرحمٰن نے بھی اس مقدس جہاد میں سرگرمی دکھائی اور مولانا ممدوح کے خلاف اشتہار چھپوانے میں پیش پیش رہے مگر آپ نے ﴿ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ، وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ﴾ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے خاموشی اختیار کرلی۔

بمبئی سے روانگی

پھر جب آپ بمبئی سے جہاز پر سوار ہو کر حجاز کو روانہ ہوئے تو مخالفین بھی اسی جہاز پر سوار ہوگئے اور دوران سفر بھی اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے اور ایذا رسانی کے مواقع تلاش کرتے رہے مگر حضرت نے ان کو منہ نہ لگایا اس طرح آپ بخیر و عافیت جدہ پہنچ گئے اور مخالفین اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔

مکہ میں مخالفین کی سرگرمیاں

حرم شریف پہنچ کر مخالفین کی کوشش یہ تھی کہ یا تو مولانا ممدوح کو شہید کردا دیا جائے یا پھر شریف مکہ کو کہہ کر قید خانہ میں ڈال دیا جائے۔ اس کاروائی کو انجام تک پہنچانے کے لئے انہوں نے ایک کمیٹی تشکیل دی جس کے صدر مولوی رحمت اللہ کیرانوی قرار پائے اور ارکان میں حاجی امداد اللہ (المتوفی ۱۳۱۷ھ) مولوی عبدالقادر بدایونی (۱۳۱۹ھ) (خلف مولوی فضل رسول بدایونی، مولوی خیر الدین (والد ماجد مولانا آزادؔ مرحوم) اور چند دیگر دیو بندی حضرات تھے۔

موسم حج میں تو مصروفیت کی وجہ سے ان کی مساعی کارگر نہ ہوسکیں۔ منیٰ کے دنوں میں حضرت میاں صاحب کے ردّ بدعت و شرک کے مواعظ سے مخالفین کی آتشِ عداوت اور زیادہ تیز ہوگئی۔ آپ کے رفیق حاجی مولوی تلطف حسین نے بہتیری کوشش کی اور حضرت میاں صاحب کی منت و سماجت کرتے رہے کہ وعظ بند فرمادیں مگر آپ نے فرمایا:

"سنو صاحب! بہت جی چکا، اب زندگی کی تمنا نہیں ہے۔ امام نسائی بھی اسی حرم میں

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

شہید ہوئے تھے جہاں میرے قتل کے منصوبے بن رہے ہیں، ہر وقت قتل ہونے کے لئے آمادہ ہوں مگر اس تبلیغ سے باز نہ آؤں گا"

ان خطابات کا ذکر حضرت میاں صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"در مکہ و منیٰ، متضمن احیاءِ سنت و امامت بدعت روزانہ چیزے میگفتم حالانکہ نرغہ دشمنان دین بود، از خدائے خواستم کہ مثل امام نسائی جان در آنجا دہم چہ کنم کہ خاک ہندوستان و آب و ہوا دہلی مرا نگذاشتہ" (۴۲)

"مکہ و منیٰ میں احیاءِ سنت اور ردِ بدعت کے بارے میں روزانہ مضامین بیان کئے جاتے در آں حالیکہ دشمنانِ دین کا نرغہ موجود تھا۔ ہر وقت اللہ سے یہ دعا کرتا کہ اے اللہ امام نسائی کی طرح یہاں ہی جان چلی جائے"

مدینہ طیبہ میں حاضری

ان خطرناک سازشوں اور افسوسناک ریشہ دوانیوں کے پیش نظر، رفقاءِ سفر نے حضرت کو مشورہ دیا کہ آپ نے حج ادا کرلیا ہے۔ اس لئے یہیں سے واپس ہندوستان روانہ ہونا چاہئے اور مدینہ کا سفر ترک کردینا بہتر ہے مگر حضرت کی طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ مسجدِ نبوی کی زیارت کے بغیر واپس چلے جائیں۔

چنانچہ ۲۳ ذی الحجہ تک مکہ معظمہ میں اسی انتظار میں ٹھہرے رہے کہ کوئی قافلہ جائے تو اس کے ساتھ روانہ ہولیں، اسی دوران مکہ مکرمہ کی انتظامیہ فارغ ہوچکی تھی اور مخالف کمیٹی کے ارکان بھی اس گہری سازش پر مطمئن تھے اور انہوں نے حضرت میاں صاحب کے خلاف پورا مواد جمع کرلیا تھا اس نے آپ کے علاوہ پانچ اور آدمیوں کے نام اور ساڑھے تین صد گواہوں کی فہرست بذریعہ محمد عمر مؤذن پاشا کے حضور پیش کردی۔ (۴۳) درخواست میں درج تھا کہ مولوی نذیر حسین معتزلی اور وہابی ہیں اور ان کے ایسے ایسے عقائد ہیں۔

مخالفین نے سید صاحب کے خلاف استغاثہ تیار کیا تھا۔ اس پر بہت سے جھوٹے گواہ بھی تیار کر لئے تھے جن کی تعداد ساڑھے تین سو بیان کی جاتی ہے۔ چنانچہ اسی روز شیخ محمد حسین نے میاں صاحب اور ان کے رفقاء کار کا کیس پاشا مکہ کی عدالت میں پیش کردیا اور گرفتاری عمل میں لائی گئی۔

چونکہ یہ گرفتاری بلا تحقیق عمل میں لائی گئی تھی، اس لئے حضرت میاں صاحب کے ساتھ بہت سے بے گناہ آدمیوں کو بھی پکڑ لیا گیا جو بعد میں چھوڑ دیئے گئے، باقی لوگ تو گھروں کو چلے گئے مگر

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حضرت میاں صاحب کے خادم خاص اور تلمیذِ ارشد حضرت میاں صاحب کے ساتھ ہی رہے اور انہوں نے اپنے شیخ کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کردیا۔

پھر گرفتاریوں کے لئے دوبارہ مہم چلائی گئی اور ان لوگوں کو گرفتار کیا گیا جن کے نام مخبری کی رپورٹ میں شامل تھے چنانچہ جن لوگوں کو پکڑ کرلایا گیا اور ان سے سوال و جواب ہوئے۔ ان میں کچھ کے نام یہ ہیں:

ڈپٹی امدادُالعلی، شیخ محمد سہارنپوری، مولوی امیردین، حاجی سلیمان، مولوی محمد احسن مطوف رمضانی باشندہ، مولوی جان علی، نواب بہادر وغیرہم لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو سرزنش کے بعد چھوڑ دیا گیا اور بعض کو حرم بدر کردیا گیا ہوگا چنانچہ محدث محمد بن عبدالرحمن سہارنپوری (۱۳۰۸) کے متعلق مذکور ہے کہ ان کو تین بار مکہ مکرمہ سے نکالا گیا۔(۴۴)

کیس کی نوعیت اور سوال و جواب

حضرت میاں صاحب کے خلاف یہ کیس کیسے تیار کیا گیا اور اس کے لئے مواد کہاں کہاں سے جمع کیا گیا تھا، اس کی تفصیل مولانا آزاد کی زبانی سنئے وہ فرماتے ہیں:

"اس زمانے میں ہندوستان میں ایک فتویٰ "جامع الشواہد" کے نام سے مرتب کیا گیا جس میں چند عقائد تو واقعی جماعت (اہلحدیث) کے تھے مگر بڑا حصہ منسوبات کا تھا یا خود الزامی طور پر ان کے عقائد سے استخراج کیا گیا تھا مثلاً شحمِ خنزیر کی حِلت، مادۂ انسانی کی طہارت اور اس کا قابلِ اکل ہونا، خالہ سے مناکحت کا جواز، کذبِ باری تعالیٰ وغیرہ۔

والد مرحوم نے مولانا نذیر حسین کے عقائد کی فہرست زیادہ تر اسی "جامع الشواہد" سے اخذ کی تھی۔ البتہ معیار الحق سے تقلید کے عدم وجوب اور تقلید شخصی کے مفاسد اور امام ابوحنیفہ صاحب کی تابعیت سے تاریخی طور پر انکار اور تحدید دَہ دردَہ کی عدمِ صحت وغیرہ کو لے کر بہت رنگ آمیزی کے ساتھ ترجمہ کیا گیا تھا اور یہ تاثر دیا گیا تھا کہ اس سے امام صاحب کی تحقیر و توہین مقصود ہے۔(۴۵)

فردِ جرم

اس اقتباس میں خاص طور پر یہ جملہ قابل توجہ ہے "بہت رنگ آمیزی کے ساتھ ترجمہ کیا گیا تھا" اور یہ اس کمیٹی کا حال ہے جس کے اراکین میں حاجی امداد اللہ صاحب مرحوم جیسے روحانی پیشوا بھی شامل تھے۔ اب ہم اس کیس کے بعد جو حالات رونما ہوئے، اس کی تفصیلات سے بحث کرتے ہیں۔

مولانا آزاد مرحوم کی زبان سے سنئے، وہ فرماتے ہیں:

"بہرحال نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا نذیر حسین، اور مولانا تلطّف حسین عظیم آبادی مع ایک

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

رفیق کے گرفتار کر لئے گئے (یہ غالباً دوسروں کی رہائی کے بعد کی بات ہے) اور ایک نہایت تاریک و تنگ محبس میں قید کر دیئے گئے۔ چند دن بعد ان کو شریف (مکہ) نے بلایا اور بتایا کہ وہابی عقائد رکھنے کی وجہ سے تمہیں گرفتار کیا گیا"

دوسرے دن شریف کے ہاں ایک مجلس منعقد ہوئی اور اس میں والد مرحوم سے کہا گیا کہ ان کے عقائد کی فہرست پیش کریں۔ فہرست میں سب سے پہلا الزام امام صاحب کی توہین کا تھا اور باقی مذکور الزامات تھے۔ مولانا نذیر حسین کی طرف سے مولانا تلطف حسین تقریر کرتے تھے۔سب سے پہلے انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ہم کفار کے ملک میں رہتے ہیں جہاں کفار کی سلطنت ہے لیکن وہاں ہمارے عقائد کی وجہ سے ہمیں کوئی گزند نہیں پہنچایا جاتا"

یہاں پر اسلامی حکومت ہے۔ دارالامن ہے اور بلا کسی وجہ کے گرفتار کرکے ہم مبتلائے محن کردیئے گئے پھر کہا کہ ہم پر یہ الزام کہ ہم وہابی ہیں اور محمد بن عبدالوہاب کی جماعت سے ہیں، بالکل غلط ہے۔ ہم قرآن و سنت کو مانتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں"

اس پر والد صاحب نے کہا: "اجماع اور قیاس کو مانتے ہو"

اس کے جواب میں مولانا نذیر حسین نے کہا کہ ہم اجماع اور قیاس کو بھی اس طرح مانتے ہیں جس طرح ائمہ مجتہدین مانتے تھے اس پر گفتگو شروع ہوئی اور بہت سی قیل و قال ہوئی۔

اس کے بعد ان سے سوال ہوا کہ "ائمہ اربعہ" کے متعلق تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ انہوں نے کہا: "ہم انہیں اپنا سرتاج سمجھتے ہیں اور پیشوا اور برسرحق مانتے ہیں اور ان میں امام ابوحنیفہؒ کو سب سے زیادہ قابل احترام سمجھتے ہیں"۔ اس پر "معیار الحق" پیش کی گئی۔ انہوں نے کہا: اگر اس قسم کے مباحث امام صاحب کی توہین ہیں تو تمام وہ کتابیں بھی توہین پر ہوں گی جن میں مسائل مختلف فیہ پر بحث کی گئی ہے اور خود سلف نے لکھی ہیں۔ پھر ایک ایک کرکے تمام الزامات سنائے گئے۔ انہوں نے بڑے جوش سے اپنی براءت ظاہر کی۔ اس پر ثبوت میں "جامع الشواہد" پیش کی گئی، انہوں نے کہا یہ مخالفین کی چیز ہے اور ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ اس پر کسی پشاوری کا رسالہ پیش کیا گیا جو مولانا نذیر حسین کا شاگرد تھا مگر انہوں نے اس سے بھی اپنی لاتعلقی ظاہر کی۔

اس سے آگے مولانا آزاد فرماتے ہیں:

"یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نذیر حسین مختصر و مجمل بیان دے کر معاملے کو ختم کرنا چاہتے تھے کیونکہ سمجھتے تھے کہ تفصیلات میں پڑنا یا مباحثہ کرنا طاقت کے مقابلہ میں بے کار ہے، آخر میں انہوں نے اس بیان پر اکتفاء کی کہ ہمارا عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ائمہ اربعہ کو ہم مانتے ہیں۔ چاروں کو ہم حق پر سمجھتے ہیں، امام ابوحنیفہ ؒ کو اپنا پیشوا جانتے ہیں، ان سے بغض کو خلاف شیوۂ ایمانی سمجھتے ہیں اور کتبِ فقہ پر عمل کرنا جب تک قرآن حدیث کے خلاف نہ ہو خود ہمارا شیوہ ہے"

مولانا آزاد کے والد مولوی خیر الدین اس بیان سے کیونکر مطمئن ہوتے وہ تو حضرت میاں صاحب کو مصائب میں مبتلا کرنے کے بہانے کی تلاش میں تھے اس لئے حضرت میاں صاحب کے اس بیان کو انہوں نے "مکایدِ وھابیہ" قرار دیا۔ چنانچہ مولانا آزاد ہی لکھتے ہیں:

"یہ بیان علمائے حجاز کے لئے ایک حد تک تشفی بخش ہوجاتا لیکن جیساکہ والد صاحب مرحوم کہا کرتے تھے کہ وہ ان باتوں کو وہابیوں کے مکاید تصور کرتے تھے، کہتے تھے: میں نے یہ مکاید چلنے نہ دیئے اور کہا تفصیلاً بتاؤ کہ ائمہ اربعہ میں سے کس کی تقلید کرتے ہو اور فلاں و فلاں مسئلہ میں تمہارا کیا عقیدہ ہے"

حضرت میاں صاحب کا تحریری بیان

اس پر انہوں نے تیسری مجلس میں ایک تحریر پیش کی جس میں لکھا کہ میں ائمہ اربعہ کی تقلید کو فرائض و واجباتِ شرعیہ کی طرح فرض نہیں سمجھتا لیکن عوام کے لئے..... جب تک قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو، کتبِ فقہ متداولہ پر عمل کو مستحسن سمجھتا ہوں اس کے علاوہ فلاں فلاں عقائد اور الزامات جو میری طرف منسوب کئے ہیں ان سے بَری ہوں اور حلفیہ کہتا ہوں کہ میرے وہ عقائد نہیں ہیں۔

برٹش قونصل کی مداخلت

اس اثنا میں ان کی گرفتاری کی خبر جدہ میں برٹش قونصل کو پہنچ گئی۔ انہوں نے اپنے وکیل مقیم مکہ عبدالرزاق کو لکھا جنھوں نے فوراً اپنا مترجم محمد یوسف پاشا کے بھیجا جنھوں نے ترجمانی کا حق ادا کیا اور پہلی گرفتاری پر انہوں نے حضرت میاں صاحب اور ان کے رفقاء کو رہا کروالیا مگر جب دوسری مرتبہ گرفتاری عمل میں آئی تو مترجم بھی عاجز رہا اور ناکام واپس چلا آیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین کے دباؤ کے تحت پاشا مکہ بھی مجبور تھا اور اس نے فوری رہائی کو خلافِ مصلحت خیال کیا مگر بالآخر جب حضرت میاں صاحب کی پوزیشن صاف ہوگئی اور مخالفین کے پاس بھی مزید کچھ کہنے کو باقی نہ رہا تو پاشا نے سمجھ لیا کہ یہ سب کچھ حضرت میاں صاحب پر الزام وطعن ہے لہٰذا حکومت مکہ نے معذرت کے ساتھ حضرت صاحب کو رہا کردیا بلکہ گورنر مکہ نے مدینہ جانے کے لئے حضرت میاں صاحب کو سفارشی چٹھی بھی دے دی۔ جس میں حضرت میاں صاحب کی براءت کا اظہار تھا تاکہ مخالفین کو مدینہ طیبہ میں

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

شرارت کا موقع نہ ملے۔[۳۶]

یہ تمام واقعات مولانا آزاد کی کہانی سے لئے گئے ہیں اور ساتھ ہی مولانا بٹالوی صاحب نے جو کچھ اشاعۃ السنۃ میں لکھا ہے، اس کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اشاعۃ السنۃ میں کچھ تفصیلات بھی مذکور ہیں گو مآل ایک ہی ہے تاہم ان جزئیات کو ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہیں۔

پاشا مکہ کی میاں صاحب کے ساتھ گفتگو

سوال: کیا خنزیر کی چربی کو آپ حلال اور پاک سمجھتے ہیں؟ نیز آپ پھوپھی اور خالہ سے مناکحت جائز سمجھتے ہیں؟

جواب: میں مسلمان ہوں اور فریضہ حج ادا کرنے آیا ہوں' اگر میں خنزیر کی چربی کو حلال سمجھتا اور خالہ' پھوپھی سے نکاح کو جائز سمجھتا جو نصِ قرآنی سے حرام ہے تو مجھے مسلمان کہلانے اور حج کے لئے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک مسلمان سے اس طرح کا سوال قابلِ افسوس اور باعثِ تعجب ہے۔

سوال: حنفی مذہب کو آپ کیسا سمجھتے ہیں؟

جواب: آپ حنفی مذہب کی مستند کتاب منگوا لیں اور حرمین کے علماءِ احناف کو بلا لیں۔ اس کے بعد اس کتاب کا کوئی مقام آپ تجویز کریں۔ میں بھی اسے حل کروں گا پھر آپ وہی مقام اپنے علماء سے بھی حل کروائیں اس کے بعد آپ کو اندازہ ہو گا کہ حنفی مذہب کو ہم کیا سمجھتے ہیں۔

یہ جواب ایک طرح کا چیلنج تھا جسے پاشا نے بھی محسوس کیا اور اسے یقین ہو گیا یہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔

اس قسم کے سوالات مولانا تلطّف حسین سے بھی کئے گئے۔ من جملہ ان کے ایک سوال "جامع الشواہد" کے محتویات سے بھی تھا کہ کیا یہ تمہارے شیخ کی تصنیف ہے جس میں خالہ پھوپھی سے نکاح کو جائز لکھا ہے اور خنزیر کی چربی کو حلال قرار دیا ہے۔

اس کے جواب میں مولانا تلطّف حسین نے کہا کہ عجیب بات ہے۔ ابھی تک تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اس رسالہ کا مصنف کون ہے۔ اس کا موضوع کیا ہے اور کس کے خلاف لکھا گیا ہے۔ آپ جیسے عظیم لوگوں کی اس سے بے خبری باعث تعجب ہے۔ بھلا کوئی اپنے رد میں بھی کتاب لکھتا ہے؟

حضور والا! یہ رسالہ تو ہمارے شیخ کے خلاف لکھا گیا ہے اور اس میں حضرت پر الزامات اور اتہامات لگائے گئے ہیں' پھر جب انہوں نے اس کے صفحہ پر مہر کا ذکر کیا تو مولانا تلطّف حسین نے اس مغالطہ کو رد کر دیا اور کہا یہ مہر دہلی کے کسی طالب علم محمد نذیر عرف نذیر احمد کی ہے' اسے سید نذیر

© rasailojaraid.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حسین محدث دہلوی قرار دے کر آپ کو سخت دھوکا دیا گیا ہے' بالآخر پاشا نے اعتراف کیا کہ یہ سازش ہے اور شیخ بے گناہ ہیں تو انہوں نے احترام کے ساتھ رخصت کردیا۔

ان حقائق و واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میاں صاحب نے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے برٹش قونصل مقیم جدہ کے نام جو چٹھی لے گئے تھے، وہ ان کی عاقبت اندیشی کا دلیل ہے اور بظاہر ان چٹھیوں نے میاں صاحب کو فائدہ بھی پہنچایا اور قونصل کے دباؤ سے وہ خطرہ ٹل گیا جو ان علماء کی گہری سازش سے پیدا ہوگیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کردیئے کہ دشمن اپنی ناکامی کا منہ دیکھتے رہ گئے سچ ہے۔

"دشمن چہ کند چوں مہربان باشد دوست"

"جب دوست مہربان ہو تو دشمن کیا کرسکتا ہے"

حضرت میاں صاحب کی گرفتاری اور پھر رہائی کے متعلق مخالفین نے جو خبریں شائع کیں اور ان میں حضرت میاں صاحب کی پوزیشن کو نقصان پہچانے کی کوشش کا مولانا آزاد مرحوم نے بڑی صفائی سے اس کا جواب دیا ہے حتیٰ کہ اس معاملہ میں اپنے والد مرحوم کی بھی رعایت نہیں کی۔ وہ فرماتے ہیں:

> "یہ بات بالکل واضح ہے کہ مولانا نذیر حسین مرحوم نے اس تحریر میں ان اصولوں کے خلاف کوئی بات نہیں کہی ہے جو اہل حدیث کے اصول سمجھے جاتے ہیں نہ تقلید شخصی کے وجوب کو مانا ہے اور نہ کتب حدیث پر کتب فقہ کی ترجیح کو، صرف براءت کا اظہار ہے تاہم یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ان کے مخالفین مکہ اس بات کی خبریں بھیج دیں کہ انہوں نے وہابیت سے توبہ کرلی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ خود والد مرحوم، باوجود ان تمام تفصیلات کے بیان کرنے کے، کہا کرتے تھے کہ مولانا نذیر حسین نے توبہ کرلی اور زور دیتے تھے کہ انہوں نے تقلید شخصی کو مستحسن تسلیم کرلیا۔ حالانکہ یہ جماعت بھی عوام کے لئے ہمیشہ تقلید کو ضروری بلکہ واجب ٹھہراتی ہے بحث تو صرف التزام و تعیین میں ہے نہ کہ نفس تقلید میں۔ (۴۷)

ارکان کمیٹی کا تعارف

اب ہم خاتمہ بحث پر ان ارکان کا تعارف کرواتے ہیں جو ہندوستان سے ساتھ گئے تھے تاکہ جو لوگ آج حضرت میاں صاحب پر زبان طعن دراز کرتے ہیں، ان کے پہچاننے میں ہمیں کوئی مغالطہ نہ رہے۔

○ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ اس کمیٹی کے صدر مولوی رحمت اللہ کیرانوی تھے جو مغربی یوپی ضلع مظفر نگر کے ایک قصبہ کیرانہ کے باشندے تھے ان کا تعارف یہ ہے کہ انہیں اپنے ایک رفیق

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ڈاکٹر وزیر خان اکبر آبادی کی وجہ سے عیسائیت پر کافی عبور ہو گیا تھا۔ پادریوں سے ان کے مناظرے معروف ہیں اور انہوں نے عیسائیت کے رد میں کتابیں بھی لکھی ہیں۔ [۴۸] ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد یہ لوگ بھاگ کر مکہ چلے گئے تھے مولانا آزاد لکھتے ہیں:

اس موقع پر "علماء وھابیہ" کی ایک جماعت بھی حجاز کو دارالامن سمجھ کر وہاں ہجرت کر گئی تھی مگر اچانک اس جماعت کے اکتیس آدمی گرفتار کرلئے گئے جن میں مولانا رحمت اللہ بھی تھے لیکن یہ بعد کو رہا کردیئے گئے کیونکہ انہوں نے اپنی حنفیت کے واضح دلائل پیش کردیئے تھے" [۴۹]

مولانا موصوف حنفی تھے اور حنفی بھی کٹر، جن کے دل میں اہلحدیث اور ان کے مسلک کے خلاف بغض و عناد بھرا ہوا تھا۔ مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

○ اس کمیٹی کے دوسرے رکن حاجی امداد اللہ (امداد حسین) [۵۰] تھے اور تیسرے مولوی عبدالقادر بدایونی (۱۳۱۹ھ) تھے جو کہ مشہور عالم مولوی فضل رسول کے صاحبزادے تھے۔ ان لوگوں کا اہلحدیث سے تعصب مشہور اور ان کی تاریخ دانی ضرب المثل ہے۔ چنانچہ یہی مولوی فضل رسول اپنی کتاب "سوط الرحمٰن" میں لکھتے ہیں:

"داؤد ظاهری شیخ کا تبع تھا۔ اس کے بعد ابن حزم ظاہری پیدا ہوا، جو خبیث تھا پھر ابن حزم کا شاگرد ابن قیم ہوا اور ابن قیم کا شاگرد ابن تیمیہ، ابن تیمیہؒ نے ایک نیا دین نکالا بعض اشرار، بداطوار، جہلاء، فسقاء نے بلاد اسلامیہ میں طرفہ ہنگامہ برپا کیا"

اسے پڑھیئے اور قلم کی عفت اور تاریخ دانی کی داد دیجئے ___ سبحان اللہ! کجا ابن حزم اور کجا ابن قیم بینهما مفاوز تنقطع فیها اعناق المطی اور پھر مولانا عبدالقادر بھی ابن ابیہ [۵۱] تھے اور انہوں نے تمام آداب اپنے باپ سے سیکھے تھے۔

○ اس کے چوتھے ممبر مولوی خیر الدین تھے۔ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے والد مولانا مرحوم نے اپنی کتاب "آزاد کی کہانی" میں ان کے حالات قلم بند کئے ہیں۔ [۵۲]

الغرض یہ چاروں حضرات کمیٹی کے نمایاں ممبر تھے جنہوں نے حجاز میں وہابیوں کے خلاف متحدہ محاذ قائم کیا تھا یعنی دو دیو بندی اور دو بریلوی تھے۔ جب یہ لوگ اپنے منصوبے میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے الزام تراشی اور افواہیں پھیلانے کے لئے دوسرا پہلو اختیار کیا اور مشہور کردیا کہ میاں صاحب نے وہاں اپنے عقائد سے توبہ کرلی ہے اور حکام سے معافی مانگ لی ہے اس لئے انہیں رہا کردیا گیا ہے، ایک فرضی توبہ نامہ بنا کر اردو اور عربی میں شائع کردیا۔ مولانا بٹالوی نے اشاعت السنہ جلد نمبر ۱۱ ص ۳۲۴ پر اس کی اُردو عبارت نقل کی ہے:

"سید محمد نذیر حسین متبع سنت والجماعت عقیدۃً، عملاً اور اعِ کے خلاف جتنے مذاہب

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہیں خواہ رافضی' خواہ خارجی' خواہ وہابی سب کو بُرا سمجھتا ہوں اور موافقِ مذہبِ حنفی کے فتویٰ دیتا ہوں اور حنفیُ المذہب ہوں "وتبتُ مَا اَخطَاتُ"

حضرت میاں صاحب کے قلم کے لکھے ہوئے دو سو سے زائد خطوط کا لکھا ہوا ایک مجموعہ مکاتبِ نذیریہ کے نام سے شائع ہوچکا ہے جس میں فارسی اور عربی دونوں قسم کے خطوط ہیں۔ ان خطوط سے اس تحریر کا مقابلہ کر دیکھو تو طرز انشا میں بہت بُعد نظر آئے گا اب رہی اس کی تاریخی حیثیت، تو مولانا آزاد کی زبانی سنئے:

"ایک توبہ نامہ بھی مولانا نذیر حسین کا بعض رسالوں میں میری نظر سے گذرا ہے اور وہ مباحثہ مرشد آباد میں بھی پیش کیا گیا تھا لیکن اس کے فرضی ہونے میں ایسی شہادتیں رکھتا ہوں جس سے زیادہ قابل اعتبار شہادتیں اور نہیں ہوسکتیں کیونکہ جو تحریر مولانا نذیر حسین نے دی تھی' وہ بارہا والد مرحوم نے مجھے حرف بہ حرف سنائی ہے اور وہ وہی ہے جس کا ذکر ابھی کرچکا ہوں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں فتنے سے بچنے کے لئے ایجابی طور پر جس وضاحت سے اُنہیں اپنے عقائد بیان کرنے چاہئے تھے' اس سے انہوں نے گریز کیا لیکن منفی طور پر انہوں نے اصلی عقائد سے ہرگز انکار نہیں کیا کہ ان حالات کو دیکھتے ہوئے جو انہیں وہاں پیش آئے تھے ان کے اس تسامح کو کوئی بھی قابلِ الزام کمزوری نہیں قرار دے سکتا' یہ صاف ظاہر کہ اگر حریف کے ساتھ بحث و جدال میں اُتر آتے تو نتیجہ نہایت ہولناک ہوتا۔ اب ہم ذیل میں مولانا آزاد کے والد کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں:

مولانا خیر الدین ۱۸۳۱ء کو دہلی میں پیدا ہوئے، صغر سنی میں والدین فوت ہوگئے اور اپنے نانا مولانا منورالدین کے ہاں تربیت پائی۔ مولانا منورالدین شاہ عبدالعزیز کے شاگرد اور شاہ اسماعیل شہید کے ہم درس تھے۔ سراج الہند کی وفات کے بعد جب مولانا شاہ اسماعیل شہید نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی اور ان کے مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں اُبھل پڑ گئی۔ مولانا منورالدین اس مخالفت میں پیش پیش تھے انہوں نے شاہ شہید سے ایک مناظرہ بھی کیا۔

جنگِ آزادی سے پہلے دہلی کے حالات کچھ ایسے ہوگئے کہ علماء دل برداشتہ ہوکر یہاں سے ہجرت کرنے لگ گئے ہر سال بڑی جماعت کی شکل میں جاتے جو قافلہ کہلاتا چنانچہ شاہ اسحٰق اور شاہ محمد یعقوب کے ساتھ مولانا منور الدین بھی مکہ معظمہ چلے گئے۔ انہی کے ساتھ مولانا خیر الدین بھی تھے۔ ان کے مکہ معظمہ چلے جانے کے پانچ برس بعد ۱۸۵۷ھ کا حادثہ فاجعہ پیش آیا اور اسی سال مولانا منور الدین (نانا) انتقال کرگئے۔ مولانا خیر الدین اب عالم بن چکے تھے انہوں نے تقریباً پانچ سال بعد حجاز میں شادی کرلی اور تدریجاً حرم میں اپنی درس گاہ قائم کرلی کچھ عرصہ بعد علاج کے سلسلے میں ہندوستان (کلکتہ) وارد ہوئے اور

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

یہیں ان کی بیوی (مولانا آزاد کی والدہ) انتقال کرگئیں۔ تب دل برداشتہ ہوکر حجاز واپس چلے گئے مگر پھر دوبارہ کلکتہ چلے آئے۔

مولانا آزاد لکھتے ہیں: ابتداء ہی سے وہابیوں کے سخت مخالف تھے اور ہندوستان کے گذشتہ علماء میں صرف مولوی فضل الرسول بدایونی (مولف سوط الرحمٰن فی رد تقویۃ الایمان) صرف اسی رنگ پر تھے۔ ان لوگوں نے وہابیوں کے دو فرقے قرار دیئے ایک اسماعلیہ جو شاہ شہید کے متبع تھے، دوسرے الحقیہ جو شاہ اسحٰق کی روش پر تھے۔ یعنی تقلید اور حقیقت کے منکر نہ تھے مگر بدعات و رسوم کی تردید میں مداہنت نہ کرتے جیسا کہ شاہ اسحٰق کی کتاب مائۃ مسائل سے معلوم ہوتا ہے۔ اس دور میں کسی حنفی کی کسوٹی یہ بن گئی تھی کہ وہ ان لوگوں کے سلسلہ سے انکار کردے۔

غالباً ۱۹۰۱ء میں رضا احمد خان بریلوی کلکتہ میں ان سے ملنے کے لئے آئے جسے مولانا خیر الدین صحیح الاعتقاد قرار دیتے تھے مگر جب انہوں نے شیخ احمد دخلان کے رد میں رسالہ لکھا تو ان سے دل برداشتہ ہوگئے۔ ہاں ان کے صاحبزادہ مولانا عبدالقادر کی تعریف کرتے تھے اور مولوی ظہیر حسن شوق کی حنفیت بھی ان کے ہاں مشتبہ تھی تاہم جاتے وقت ان کو پانچ صد روپیہ دے دیا کہ آثار السنن کا پہلا حصہ شائع کرلیں الغرض شاہ شہید اور ان کی تحریک سے انہیں بڑا بغض تھا اور شاہ صاحب کے مداحوں کی سخت مخالفت کرتے۔

تحریکِ جہاد اور حضرت میاں صاحب

حضرت میاں صاحب نے جس ماحول میں تربیت پائی تھی اور جن اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا تھا اور پھر جس مسند پر بیٹھ کر تدریس کرتے تھے، ان تمام حالات نے آپ کو مضبوطی کے ساتھ تحریک جہاد سے وابستہ کردیا تھا اور آپ مخصوص طریق کار کے مطابق اندروں ملک نہایت جانفشانی کے ساتھ ان فرائض کو سرانجام دیتے رہے جو مرکز کی طرف سے ان کے سپرد کئے گئے تھے۔

مرکز مجاہدین سے حضرت میاں صاحب کا رابطہ اور اس کا خیر سے دلچسپی مولوی سید نصیرالدین دہلوی (امیرالمجاہدین) کے اس اعلام نامے سے ظاہر ہوتی ہے جو سرحد سے پورے برصغیر کے اکابر کے پاس بھیجا گیا اور اس میں خاص الخاص لوگوں کے نام لے کر مخاطب کیا۔ چنانچہ مولانا غلام رسول مہر کی تصریح کے مطابق اس اعلام نامہ کے مخاطیب ایک سو چھ افراد ہیں جن میں مولانا شاہ اسحٰق، مولانا عبدالخالق صاحب سید اولاد حسن قنوجی، مولانا ولایت علی اور شاہ محمد حسین کے پہلو میں حضرت میاں صاحب کا نام بھی درج ہے۔[۵۳] یہ اعلام نامہ تقریباً ۱۸۳۵ء یعنی سید صاحب کی شہادت سے چار سال

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بعد میں بھیجا گیا جبکہ حضرت شاہ اسحٰق صاحب موجود تھے اور حضرت میاں صاحب ابھی طالب علمی کے مراحل سے گذر رہے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت میاں صاحب طالب علمی کے زمانہ سے ہی تحریک جہاد سے ہمہ تن وابستہ ہوگئے تھے اور تحریک کے صف اوّل کے لوگوں میں آپ کا شمار ہونے لگا تھا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور مجاہدین

۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف ایک دوسری جنگ آزادی کا آغاز ہوا جسے انگریز مورخین نے غدر ۱۸۵۷ء کے مذموم نام سے ذکر کیا ہے۔ یہ جنگ گو غیر منظم تھی مگر اس میں ہندو مسلم تمام شریک تھے اور تحریک مجاہدین جو ایک نظم کے تحت چل رہی تھی کو اس سے کوئی تعلق نہ تھا تاہم علماء کے اس میں دو گروہ بن گئے اور بعض نے اس تحریک کو درست ماننے سے انکار کردیا۔ غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

> "میری معلومات کے مطابق اس وسیع ملک کی آزادی کے لئے یہ دوسری عوامی تحریک تھی جو بہترین امیدوں اور آرزوؤں کے باوجود کامیاب نہ ہوسکی۔ یہ تحریک سید احمد کی تحریک سے پچیس چھبیس سال بعد جاری ہوئی..... اور جگہ جگہ آزادی کی جدوجہد کی گئی اگرچہ دہلی یا دوسرے مقامات کے بعض بزرگوں نے ۱۸۵۷ء کی تحریک کو درست ماننے سے انکار کردیا تھا تاہم ان میں بعض نہایت بلند پایہ افراد اس میں شریک رہے..... سید صاحب کے خلیفہ اور ان کی جماعت مجاہدین کے امیر مولانا عنایت علی صادق پوری بھی اس تحریک کے ساتھ تھے بلکہ مردان میں رجمنٹ نمبر۵۵ کی بغاوت مولانا عنایت علی کی کوششوں کا ہی نتیجہ تھی"

جو علماء شریک نہ تھے وہ اسے عام بلوا کی حیثیت دیتے جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی مگر اس گروہ کی رائے صائب نہ تھی بلکہ پہلا گروہ جو اس میں شرکت کرچکا تھا، حق پر تھا۔ (۵۴)

مہر صاحب کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی مخالفت کسی ایک عالم نے نہیں کی بلکہ بہت سے علماء اس کے خلاف تھے اور اس کو جہاد ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔

من جملہ ان کے دہلی کے ایک بہت بڑے عالم میر محبوب علی صاحب بھی تھے اور آپ وعظ و نصیحت کے ذریعہ لوگوں کو اس میں شرکت سے روکتے تھے۔ (۵۵)

اس آسمان کے دوسرے ماہتاب مولانا محمد تھانوی تھے جو یہ کہتے تھے کہ انگریزوں کے خلاف ہم مسلمانوں پر جہاد کرنا تو درکنار موجودہ احوال میں جائز ہی نہیں ہے۔ (۵۶) چنانچہ مولانا سندھی لکھتے ہیں:

> "تھانہ بھون کے یہ بزرگ مولانا شیخ محمد تھانوی محدث کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کی رائے ۱۸۵۷ء کی تحریک حریت کے خلاف تھی۔ یہی وہ بزرگ ہیں جن کے مسلک پر مولانا اشرف علی تھانوی کاربند ہیں اور شیخ الہند کی جماعت کی سیاست کو غلط مانتے ہیں" (۵۷)

یہ دونوں بزرگ شاہ عبدالعزیز اور شاہ اسحٰق کے تربیت یافتہ تھے جنھوں نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد کی صحت سے انکار کردیا تھا بلکہ خود حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب جنھوں نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا بعد میں ان کی روش بھی تبدیل ہوگئی تھی اور انگریزی ملازمت کے جواز کے قائل ہوگئے تھے" (۵۸) پھر اگر (بصورت فرض) بعض اہل حدیث علماء نے ۱۸۵۷ء کے دینی جہاد ہونے کا فتویٰ نہیں دیا تو انہی کو ہدف ملامت کیوں بنایا جاتا ہے۔

اصل حقیقت

دراصل جماعت اہل حدیث من حیث الجماعت سید احمد شہید کی تحریک جہاد سے وابستہ ہوچکی تھی اور جماعت مجاہدین نے من حیث الجماعۃ۔ اس قومی ہنگامہ میں حصہ نہیں لیا۔ کیونکہ وہ ایک مستقل دینی نظام کے حامل تھے ـــــ چنانچہ مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں:

"اسی دوران ۱۸۵۷ء کا پر آشوب حادثہ پیش آیا اور گو مجاہدین اور ان کے معاونین ایک دینی نظام سے وابستہ ہونے کی وجہ سے اس قومی لڑائی میں غیرجانبدار رہے مگر پھر بھی مولانا احمد اللہ صادقپوری وغیرہ کو بہت دق کیا گیا" (۵۹)

۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کے قومی جنگ ہونے کی بعض دوسرے مولفین نے تائید کی ہے چنانچہ مولانا غلام رسول مہراس تحریک کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان میں بعض اسباب یقیناً درست ہیں اور بعض بالکل بے سروپا ہیں مثلاً "اسے خالص اسلامی تحریک قرار دینا" اس لئے کہ اس کے کارفرماؤں اور کارکنوں میں ہندو اور مسلمان دونوں ن بہ ت کسی ثبوت کی محتاج نہیں" (۶۰)

الغرض یہ ایک قومی جنگ تھی جس کا اصل مقصد ہندوستان سے اجنبی اقتدار کو ختم کرنا تھا للذا جن لوگوں نے اس کے اسلامی جہاد ہونے کے فتویٰ پر دستخط نہیں کئے تھے، وہ ان کے اپنے اجتہاد کا نتیجہ تھا۔ اس سے یہ سمجھنا کہ یہ علماء سیاست سے الگ ہوگئے یا انہوں نے انگریز سے ساز باز کرلی تھی، سراسر نادانی ہے، یا قومی تاریخ سے عمداً ناانصافی ہے۔

حضرت میاں صاحب کا موقف

اب رہی جماعت اہلحدیث جس کے قائد سید نذیر حسین تھے تو وہ بھی سید احمد شہید کی تحریک

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حریت سے وابستہ ہو چکے تھے۔ جیسا کہ مولانا سندھی لکھتے ہیں:

"مولانا نذیر حسین دہلوی اور مولانا عبداللہ الغزنوی بھی مولانا ولایت علی کی پارٹی سے تعلق رکھتے تھے...... جو مولانا اسماعیل شہید کی اس جماعت کو زندہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے اس لئے مولانا نذیر حسین اور نواب صدیق حسن جیسے عالم بھی ان کا ساتھ دیتے ہیں" (۶۱)

فی الواقع حضرت میاں صاحب اور ان کے ہم نوا مولانا ولایت علی کی پارٹی کے ساتھ وابستہ تھے اور ان پر "سیاست سے کنارہ کشی کا الزام" افسوسناک ہے اور پارٹی کے طریق کار سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ ورنہ تو ۶۵-۱۸۶۴ء کے مقدمہ بغاوت میں حضرت میاں صاحب بھی ماخوذ ہوتے اور کم و بیش ایک سال تک راولپنڈی جیل میں محبوس رہے۔ مگر حکومت تفتیش کے وقت اثبات جرم سے قاصر رہی اس لئے میاں صاحب کو رہا کر دینے سے چارہ کار نہ تھا۔

انگریز سے وفاداری

اب اس فتویٰ جہاد کو (فرضی طور پر) بہانہ بنا کر انگریز سے وفاداری کا الزام لگانا افسوسناک بدگمانی ہے اور بعض خیر خواہوں نے غلط قسم کی حسن ظنی کا مظاہرہ کیا ہے جیسا کہ فضل حسین صاحب مظفر پوری یا بعض دوسرے لوگوں نے کیا ہے۔

پہلی قسم کے لوگ دراصل دانستہ یا نادانستہ طور پر اہل حدیث کو بدنام کرنا چاہتے ہیں اور اپنی اس بدگمانی کے ثبوت میں خود "حضرت میاں صاحب" کی کوئی عبارت تو پیش کر نہیں سکے البتہ انگریزوں کی چٹھیاں دکھاتے پھرتے ہیں، یا مولوی فضل حسین جیسے لوگوں کے اقوال سامنے لاتے ہیں حالانکہ اس قسم کے شدید الزام کے لئے یہ دلیلیں ہرگز کافی نہیں ہو سکتیں (۶۲) پھر فضل حسین نے "میاں صاحب" کے جن الفاظ کو وفاداری کی دلیل بنایا ہے ان سے ہرگز وفاداری ثابت نہیں ہوتی بلکہ بغیر کسی لگاؤ لپیٹ کے صحیح صورت حال کا اظہار ہے۔ میاں صاحب کے الفاظ یہ تھے:

"میاں! وہ بلڑ تھا، بہادر شاہی نہ تھی۔ وہ بیچارہ بہادر شاہ کیا کرتا۔ حشرات الارض خانہ براندازوں نے تمام دہلی کو ویران اور تباہ و برباد کیا۔ شرائط امارت و جہاد مفقود کئے۔ ہم نے اس فتوے پر دستخط نہیں کئے، مہر کیا کرتے اور کیا لکھتے" (۶۳)

الغرض جب میاں صاحب خود ہی کہتے ہیں کہ اس فتوے پر دستخط نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ شرائط امارت و جہاد مفقود تھے یعنی یہ جنگ کسی شرعی امیر کے تحت نہیں ہو رہی تھی تو دستخط نہ کرنے سے جذبہ وفاداری کیسے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ مفتی انتظام اللہ شہابی اپنی کتاب "علمائے حق اور ان کی مظلومیت کی داستانیں" لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"فضل حسین مظفر پوری نے الحیاۃ بعد المماۃ میں میاں صاحب کو وقت کا لحاظ رکھ کر وفادار ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے" (۶۴)

اوپر ہم بتا چکے ہیں کہ اس فتوے پر دستخط یا عدم دستخط کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف تھا۔ مہر صاحب نے ۱۸۵۷ء میں اس کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے: (۶۵)

بہرحال یہ اجتہادی مسئلہ تھا۔ ایک گروہ نے اس پر ایک نقطہ نگاہ سے غور کیا دوسرے نے دوسرا نقطہ نگاہ پیش نظر رکھا۔ ایک کی رائے یہ تھی کہ آزادی حاصل کرنے کے جو ممکنات پیدا ہو گئے ہیں، ان سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور جس حد تک ملکی قوتوں کو جمع کیا جاسکتا ہے کر دینا چاہئے۔ دوسرے گروہ کی نظر اس پہلو پر گئی کہ ملکی قوتوں میں تنظیم نہیں اور تحریک نے فی الجملہ ہنگامہ عام کی حیثیت اختیار کرلی ہے جسے عرفا بلوا کہتے ہیں اور شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ جس حد تک میں اندازہ کرسکا ہوں پہلے گروہ کی رائے صائب تھی اور دوسرے گروہ کو اگرچہ ملزم نہیں گردانا جاسکتا تاہم اس کی رائے صائب نہ تھی۔

حضرت میاں صاحب کی سیاسی زندگی میں یہ واقعہ نہایت اہم ہے کہ ۶۵-۱۸۶۴ء مطابق ۱۲۸۱ھ میں جب پٹنہ و انبالہ میں وہابیوں کی گرفتاری اور ان پر مقدمات قائم کئے گئے جو "وہابی کیس" کے نام سے مشہور ہیں تو حضرت میاں صاحب جو اہل حدیث کے سرتاج اور سرخیل تھے، وہ بھی ان مقدمات کی لپیٹ میں آگئے اور ان کے گھر اور مسجد کی تلاشی لی گئی۔ کچھ خطوط اور کاغذات پولیس اپنے ساتھ لے گئی اور میاں صاحب کو دہلی سے پشاور طلب کر لیا گیا اور پشاور سے راولپنڈی۔ پھر راولپنڈی کے جیل خانے میں ایک سال نظر بند رکھا گیا۔ غلام رسول مہر بھی لکھتے ہیں:

"......ان مقدمات میں شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی بھی ہدف ابتلا بنے تھے میاں صاحب مرحوم اہل حدیث کے سرتاج تھے اور اہل حدیث اور وہابیوں کو مترادف سمجھا جاتا تھا۔ مخبروں نے ان کے خلاف حکومت کے پاس شکایتیں کیں۔ ان کے مکان کی تلاشی ہوئی اور بہت سے خطوط پائے گئے اور ایک سال راولپنڈی میں نظر بند رہے" (۶۶)
ان پر یہ زور اور دباؤ ڈالا جاتا کہ کل ممبران اہلحدیث کے نام ظاہر کریں ورنہ پھانسی دی جائے گی"

لیکن ان تمام مقدمات میں حضرت میاں صاحب پر کوئی مقدمہ ثابت نہیں ہو سکا۔ مولانا فضل حسین نے حضرت میاں صاحب کو حکومت کا وفادار ثابت کرنے کی بیکار کوشش کی ہے جبکہ مولانا عبیداللہ سندھی جیسے شخص نے اس کا اقرار کیا ہے کہ

"مولانا نذیر حسین دہلوی اور مولانا عبیداللہ غزنوی بھی مولانا ولایت علی کی پارٹی سے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تعلق رکھتے ہیں" (سیاسی تحریک ۱۳۲) —— اور دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"اسی لئے مولانا نذیر حسین اور نواب صدیق حسن جیسے عالم بھی ان کا (ولایت علی) کا ساتھ دیتے ہیں" (سیاسی تحریک ۱۳۳)

سچ ہے "عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد"

اور سید نذیر حسین دہلوی کے خلاف ریلی کی رپورٹوں پر متعدد مواقع پر تفتیش ہوئی اور بہار میں سید صاحب کے مذہبی جلسوں میں شریک ہونے کی چھان بین کی گئی۔ ایشری پرشاد نے دسمبر ۱۸۱۵ء میں وہابیوں کے مراکز کے بارے میں رپورٹ دی کہ پٹنہ کے مرکز سے ملتا جلتا سورج گڑھ کا مرکز ہے جو نذیر حسین کی جائے پیدائش ہے یہ اب بھی ہندوستان میں وہابیوں کا ایک ممتاز قائد سمجھا جاتا ہے اور "مدار المہام" کہلاتا ہے۔ (۶۷)

مولانا ابراہیم آروی کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ ۱۸۸۰ء میں جب بدیع الزمان نے ڈھاکہ میں جلسہ کرانے کی کوشش کی تو اس میں نذیر حسین دہلوی بھی شامل کئے گئے چونکہ وہ پولیس کی زیر نگرانی تھے اس لئے نذیر حسین نے دہلی میں جلسہ کرانے سے اختلاف کیا اور کہا کہ یہ جلسہ کسی دور دراز علاقہ میں کرایا جائے چنانچہ مولانا ابرہیم کی رائے کے مطابق یہ جلسہ مظفرپور کے قریب ایک گاؤں تاجپورہ میں کیا گیا جس میں تیس ہزار وہابی مولوی جمع ہوئے۔ جلسے کا مقصد یہ تھا کہ بغاوت پھیلانے کے لئے حکمت عملی تیار کی جائے اور یہ بھی طے پایا کہ دہلی، پٹنہ اور آرہ میں مدرسے کھولے جائیں جن میں وہابی عقائد کی تعلیم دی جائے اور مولانا ابرہیم آروی نے کلکتہ، دہلی، لکھنؤ، غازی پور اور بنارس کے دورے کئے۔

خفیہ اجلاس

کمشنر پٹنہ کو پولیس نے رپورٹ دی کہ ممتاز وہابیوں کا ایک جلسہ سراج گڑھ میں ہونے والا ہے جہاں نذیر حسین بھی اپنی بھانجی کی شادی کے بہانے گئے ہوئے تھے۔ اس تقریب میں نذیر حسین، محمد حسین لاہوری اور ابرہیم آروی شامل تھے۔

الغرض مولانا ابرہیم آروی کے جلسوں اور تقریروں پر نگرانی رکھی جاتی اور اس کے ساتھ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کو بھی مشتبہ نظروں سے دیکھا جاتا ——————

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حواشی وحوالہ جات

(۱) صوبہ بہار میں تحریک اہلحدیث، الحیاۃ بعد المماۃ نیز قاضی سید عبدالنبی کی جگہ پر سید قاضی عنایت اللہ کے لئے شاہی فرمان جاری ہوا (دیکھئے معارف اکتوبر ۱۹۴۷ء) اور سلطان عالمگیر نے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی دو حمائل اور چالیس بیگھا زمین عنایت کی (بزم تیموریہ ص ۲۵۲) ـــــ (۲) بہار میں اردو: ص ۱۰۶ ـــــ (۳) الحیاۃ بعد المماۃ: ص ۵ ـــــ (۴) حوالہ مذکور ـــــ (۵) تذکرہ علمائے صادقپور: ۱۶۰ ـــــ (۶) الحیاۃ بعد المماۃ: ۲۵ ـــــ (۷) نزہۃ الخواطر: ۷ ـــــ (۸) حواشی قائد الکریم از راقم الحروف (نزہۃ الخواطر: ۸۳، ج ۷) ـــــ (۹) المعروف بدائرہ اجمل شاہ، حالات نزہۃ الخواطر للحسن ج ۷ ص ۴۲۳، ۱۹۱ ـــــ (۱۰) شیخ ناسخ (۱۳۳۸/ ۱۲۵۴) شاعر باکمال تھے۔ تین دیوان یادگار چھوڑے۔ ـــــ (۱۱) الحیاۃ بعد المماۃ ـــــ (۱۲) آثار صنادید ذکر مولوی عبدالخالق ـــــ (۱۳) الحیاۃ بعد المماۃ: ص ۴۴-۴۵ ـــــ (۱۴) آثار الصنادید ضمن ذکر علمائے دین، نزہۃ الخواطر: ج ۷ رقم ۳۸۷ ـــــ (۱۵) مقدمہ غایۃ المقصود، علمائے ہند مولانا رحمٰن علی ذکر مفتی سعد اللہ ـــــ (۱۶) ج ۷ ص ۱۲۱ ـــــ (۱۷) مقدمہ غایۃ المقصود و نزہۃ الخواطر ۷/ ۱۲۱

(۱۸) مولانا ابراہیم بن مدین اللہ۔ فحول علماء سے تھے۔ مختصرات کی قراءت کے بعد رام پور میں شیخ نور الاسلام بن سلام اللہ دہلوی رام پوری سے حدیث کی سند حاصل کی اور بعض کتابیں مفتی صدر الدین دہلوی سے بھی پڑھیں۔ حدیث میں شیخ حسن علی اور شاہ اسحٰق کے شاگرد تھے اور سید احمد شہید سے بیعت اور خاص حلقہ نشین تھے۔ ۱۸ سال تک مدرسہ عالیہ کلکتہ میں درس دیا۔ حرمین کی زیارت کے بعد وہاں سے کتب نادرہ لاتے۔ مرحوم جمع کتب اور مطالعہ کے نہایت شیفتہ تھے۔ المحیّ شرح دیوان المتنبی آپ کی تصانیف سے ہے۔ ۱۲۸۲ھ میں وفات پائی۔ نزہۃ الخواطر ۷/ ۵، (بحوالہ تذکرۃ النبلاء)

(۱۹) ملاحظہ ہو نزہۃ الخواطر: ج ۷ ص ۲۹۵، رقم ۷۲۰ و مقدمہ غایۃ المقصود۔

(۲۰) شیخ غلام علی بن عبداللطیف علوی نقشبندی بٹالہ پنجاب میں پیدا ہوئے اور دہلی پہنچ کر شاہ عبدالعزیز دہلوی سے حدیث قراءت کی اور مرزا مظہر جانجاناں کے مرید اور ان کی خانقاہ کے وارث قرار پائے۔ سید اسماعیل مدنی، شیخ احمد کردی، شیخ ابو سعید دہلوی اور شاہ ابو سعید کے لڑکے احمد سعید وغیرہم ان کے تلامذہ سے تھے۔ ۱۲۴۴ھ میں وفات پائی۔

(۲۱) شاہ ابو سعید نقشبندی (۱۱۹۶ھ ـــــ ۱۲۵۰ھ) شاہ رفیع الدین کے تلامذہ سے تھے اور شاہ عبدالعزیز سے "اجازۂ عامہ" حاصل تھا۔ اولاً شیخ درگاہی رامپوری کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اس کے بعد دہلی میں شیخ غلام علی کے مصاحب بن گئے۔ حج و عمرہ کے لئے حجاز جاتے ہوئے شیخ احمد سعید (۱۲۷۷ھ) کو اپنا خلیفہ بنا گئے اور حج سے واپسی پر ٹونک میں فوت ہو گئے۔ دہلی میں اپنے شیخ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ